مسلسل اشاعت کے 58 سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

697

صفر، ربیع الاول ۱۴۴۵

ستمبر ۲۰۲۳

محمد شاہد حنیف
(ایم اے لائبریری سائنس)

اشاریہ ماہنامہ الحق جلد ۵۸ [۲۰۲۲-۲۳ء]

اس اشاریے میں تمام مضامین کو موضوعاتی تقسیم کے بعد تبصرۂ کتب کو بھی متعلقہ موضوع کے تحت مقالات کے بعد لکیر لگا کر درج کیا گیا ہے تاکہ ایک موضوع پر ایک ہی جگہ سے مضامین و کتب سے آگاہی ہو سکے۔

نقشِ آغاز [تصویرِ وطن]

راشد الحق سمیع، حافظ	میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو [اداریہ]	مارچ ۲۰۲۳/۲تا۳
راشد الحق سمیع، حافظ	سابق ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف کی موت [اداریہ]	مارچ ۲۰۲۳/۵تا۶
راشد الحق سمیع، حافظ	پی ڈی ایم حکومت کی رخصتی [اداریہ]	اگست ۲۰۲۳/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	توہین قرآن اور سانحہ جڑانوالہ [اداریہ]	اگست ۲۰۲۳/۲

نقشِ آغاز [عالم اسلام]

راشد الحق سمیع، حافظ	قطر میں عالمی فٹ بال مقابلوں کا انعقاد، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ [اداریہ]	نومبر ۲۰۲۲/۳
راشد الحق سمیع، حافظ	ترکی میں قیامت خیز زلزلہ [اداریہ]	فروری ۲۰۲۳/۵
راشد الحق سمیع، حافظ	افغان وزیر خارجہ امیر محمد خان متقی سے اہم ملاقات [اداریہ]	جون ۲۰۲۳/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	چین میں مسلم اکثریتی صوبہ سنکیانگ کا دورہ: اغراض و مقاصد [اداریہ]	جولائی ۲۰۲۳/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	سفرنامہ چین: حکومتِ چین کی دعوت پر پاکستانی علما کا دورۂ چین-۱	جولائی ۲۰۲۳/۲۲
راشد الحق سمیع، حافظ	سفرنامہ چین: حکومتِ چین کی دعوت پر پاکستانی علما کا دورۂ چین-۲	اگست ۲۰۲۳/۱۱

نقشِ آغاز [دارالعلوم حقانیہ]

راشد الحق سمیع، حافظ	جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر ڈاکٹر یوسف السید عامر اور دیگر کی آمد [اداریہ]	دسمبر ۲۰۲۲/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات کی تقریب [اداریہ]	جنوری ۲۰۲۳/۲تا۳
راشد الحق سمیع، حافظ	وزارتِ خارجہ کے افسران اور ہائی کمیشن کے سفارتکاروں کی آمد [اداریہ]	مارچ ۲۰۲۳/۴
راشد الحق سمیع، حافظ	دارالعلوم حقانیہ کی مالی مشکلات اور عوام الناس کا مخلصانہ تعاون [اداریہ]	ستمبر ۲۰۲۳/۱۰

نقشِ آغاز [شخصیات، وفیات]

راشد الحق سمیع، حافظ	مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع عثمانی کا انتقال [اداریہ]	نومبر ۲۰۲۲/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا محمد زمان حقانی کی وفات [اداریہ]	جنوری ۲۰۲۳/۴
راشد الحق سمیع، حافظ	عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت مولانا محمد رابع حسنی ندوی کا انتقال [اداریہ]	جون ۲۰۲۳/۲

راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا محمد اسلام قاسمی کا انتقال [اداریہ]	جون ۲۰۲۳/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا محمد ریاض خان سواتی کا انتقال [اداریہ]	جون ۲۰۲۳/۲
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا مفتی عبدالشکور کی شہادت [اداریہ]	جولائی ۲۰۲۳/۴

قرآن وحدیث

محمد زاہد انور	قرآن وحدیث اور فقہ کی تدریس اور عصری تقاضے	اگست ۲۰۲۳/۳۴
محمد اسلام حقانی (تبصرہ)	هداية القاري في دروس صحيح البخاري از فضل الرحمن اعظمی [مرتب محمد ابن اسماعیل وعتیق الرحمن اعظمی]	اکتوبر ۲۰۲۲/۶۱
'' ''	آسان اُصولِ حدیث از خالد سیف اللہ رحمانی	اکتوبر ۲۰۲۲/۶۰
'' ''	چالیس احادیث [مرتب: مفتی احسان الحق]	فروری ۲۰۲۳/۶۳
'' ''	تفاسیر اور مفسرین از مولانا مفتی انور خان سالارزئی	ستمبر/۶۳

مولانا سمیع الحق شہیدؒ

راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کو چار برس گزرنے کے بعد...... [اداریہ]	اکتوبر ۲۰۲۲/۶ تا ۱۳
عبدالقیوم حقانی، مولانا	مولانا سمیع الحق شہیدؒ: علمی محاسن کے پیکر	نومبر ۲۰۲۲/۳۱
محمد چوہان سلیم	سندھی زبان میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر کتاب [مکتوب]	جنوری ۲۰۲۳/۵۴
محمد رفیع عثمانی، مفتی	خطوط بنام مولانا سمیع الحق شہیدؒ	نومبر ۲۰۲۲/۲
محمد سلیمان حقانی	مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار [مکتوب]	اکتوبر ۲۰۲۲/۵۲
محمد یونس حقانی	شہید اسلام مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات کانفرنس	نومبر ۲۰۲۲/۲۴

تفسیر لاہوریؒ [تحقیق وتدوین مولانا سمیع الحق شہیدؒ]

اسامہ سمیع الحق	ابا جی شہیدؒ کی ایک دیرینہ آرزو وتمنا کی تکمیل [''تفسیر لاہوری'']	مئی ۲۰۲۳/۴۶
الطاف الرحمن عباسی	''تفسیر لاہوری'': مجمع البحار	مئی ۲۰۲۳/۵۰
اللہ وسایا، مولانا	مولانا احمد لاہوریؒ کی کرامات اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شاہکار [''تفسیر لاہوری'']	مئی ۲۰۲۳/۱۸
انوار الحق، مولانا	جامعہ حقانیہ کا عظیم کارنامہ [''تفسیر لاہوری'']	مئی ۲۰۲۳/۹
حامد الحق حقانی، مولانا	''تفسیر لاہوری'' ایک علمی وتفسیری ذخیرہ	مئی ۲۰۲۳/۱۰
حامد میر	''تفسیر لاہوری'' ایک معجزہ ایک کرامت	مئی ۲۰۲۳/۲۳
خرم شہزاد، حافظ	ملفوظات امام لاہوریؒ: ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں-۱	جون ۲۰۲۳/۲۴
'' ''	ملفوظات امام لاہوریؒ: ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں-۲	جولائی ۲۰۲۳/۱۴
'' ''	ملفوظات امام لاہوریؒ: ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں-۳	اگست ۲۰۲۳/۵
اسد اللہ غالب	''تفسیر لاہوری'': نسخہ حقانیہ	اگست ۲۰۲۳/۴۰

خرم شہزاد، حافظ	ملفوظاتِ امام لاہوریؒ: "تفسیر لاہوری" کی روشنی میں-۴	ستمبر ۲۰۲۳/۱۹
راشد الحق سمیع، حافظ	والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تفسیر "تفسیر لاہوری" کی اشاعت [اداریہ]	اکتوبر ۲۰۲۲/۲تا۵
" "	"تفسیر لاہوری" کی اشاعت، مقدمہ از مفتی محمد تقی عثمانی [اداریہ]	فروری ۲۰۲۳/۲
" "	"تفسیر لاہوری" کی اشاعت پر ماہنامہ "الحق" کا خصوصی شمارہ [اداریہ]	مئی ۲۰۲۳/۲
سعید الحق جدون	مشتاقانِ قرآن کے لیے علمی سوغات ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۵۸
سعید اللہ شاہ	"تفسیر لاہوری" ایک گوہرِ نایاب	مئی ۲۰۲۳/۳۷
طاہر محمود اطہر	عشق و محبت کا لازوال سفر آرزوئے ناتمام کا اتمام ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۳۹
عبدالحکیم اکبری	"تفسیر لاہوری": تعارف، منہج اور امتیازات	مئی ۲۰۲۳/۲۸
عبدالستار آزاد	تفسیر لاہوری "صاحبِ کمال" (مولانا سمیع الحق) کا کارنامہ	مارچ ۲۰۲۳/۳۹تا۳۶
عبدالقیوم حقانی، مولانا	ایک عظیم تفسیری شاہکار اور وقیع علمی سوغات ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۱۱
عرفان الحق حقانی	"تفسیر لاہوری": ایک بیش قیمت ورثہ	مئی ۲۰۲۳/۴۳
قاسم محمود، مولانا	"تفسیر لاہوری": ایک قیمتی علمی جوہر	مئی ۲۰۲۳/۴۸
محمد اسلام حقانی (مہر)	تفسیر لاہوری (افاداتِ مولانا احمد علی لاہوریؒ) [مرتب: مولانا سمیع الحق شہیدؒ]	مئی ۲۰۲۳/۷۱تا۷۲
" "	"تفسیر لاہوری" پر معاصر علما کی تقریظات سے اقتباسات	مئی ۲۰۲۳/۱۳
محمد اورنگ زیب اعوان	علوم و افکارِ لاہوریؒ کا انسائیکلوپیڈیا	مئی ۲۰۲۳/۵۳
محمد تقی عثمانی، مفتی	مقدمہ: مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قابلِ قدر کاوش ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۶
محمد شفیع چترالی	تفسیر لاہوری، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا عظیم کارنامہ	مارچ ۲۰۲۳/۱۵تا۱۹
" "	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا عظیم علمی کارنامہ ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۲۶
محمد فہد حقانی	عاشقانِ قرآن کے لیے ایک حسین تحفہ ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۴۷
محمد وہاب حقانی، مفتی	علومِ ولی اللّٰہی کا مظہر ["تفسیر لاہوری"]	مئی ۲۰۲۳/۵۴
نور الہادی، مولانا	"تفسیر لاہوری": ایک گراں مایہ تحفہ	مئی ۲۰۲۳/۳۶
شفیق سلیم ملکانوی، مولانا	ایک منفرد تفسیر	ستمبر ۲۰۲۳/۴۰

تعلیم و تعلم

حسان میاں، سید	اسلامی نظامِ تعلیم سے متعلق چند سوالات	اکتوبر ۲۰۲۲/۴۳تا۴۵
انوار الحق، مولانا	فضیلتِ علم و علماء [خطاب/مرتب: محمد یونس اوزئی]	جنوری ۲۰۲۳/۸تا۲۰
ذاکر حسن نعمانی، مفتی	عصری تعلیمی اداروں میں طلباء و طالبات کی اصلاح و تربیت	مارچ ۲۰۲۳/۱۷تا۱۹
انوار الحق، مولانا	علم کی فضیلت و عظمت	جون ۲۰۲۳/۱۰

محمد اسلام حقانی (مہر)	البلاغة الصافية: تسهيل مختصر المعاني از محمد انور بدخشانی	نومبر ۲۰۲۲/۶۳

محمد اسلام حقانی (مہ)	اے طلبائے کرام! اے فضلائے کرام از حبیب اللہ حقانی	جنوری۲۰۲۳/۶۴
" "	مکاتب و مدارس کے مہتمم حضرات سے متعلق اہم مسائل اور ان کا حل [مرتبین: محمد شفیق یوسفزئی + راشد اسلام یوسفزئی]	جنوری۲۰۲۳/۶۴
" "	نحو میر جدید از محمد سعید ندوی	جنوری۲۰۲۳/۶۴
عرفان الحق حقانی (مہ)	معلم المتعلم فی العربیہ از مولانا محمد آدم	جولائی۲۰۲۳/۶۴

دعوت

محمد راشد ڈسکوی	توہم پرستی کی حقیقت اور اقسام	نومبر۲۰۲۲/۴۱

محمد اسلام حقانی (مہ)	زبان کی تباہ کاریاں از مفتی غفران الدین	اکتوبر۲۰۲۲/۶۴
" "	فتنوں سے بچاؤ کے لیے مجرب دعائیں از محمد عبدالسنان حقانی	اکتوبر۲۰۲۲/۶۴
" "	دلائل الخیرات از محمد بن سلیمان الجزولی [مرتبین: آصف الرحمن و دیگر]	جنوری۲۰۲۳/۶۱
" "	درود و حاجات [مرتب: عبدالودود شاہ]	فروری۲۰۲۳/۶۲
" "	اصلاحی مواعظ از محمد یوسف شاہ حقانی	فروری۲۰۲۳/۶۲
" "	امداد الخطیب از مفتی ذاکر حسن نعمانی	مارچ۲۰۲۳/۶۴
" "	حصول نسبت اویسیہ از سید عبدالودود شاہ	اگست۲۰۲۳/۶۳

سائنس اور اسلام

مبشر حسین رحمانی	بٹ کوائن کو کون کنٹرول کرتا ہے؟ [کمپیوٹر سائنس، الہ نظریہ]	جنوری۲۰۲۳/۲۶تا۲۸
" "	کرپٹو کرنسی: سدِ ذرائع، عرف، عموم بلوی	فروری۲۰۲۳/۲۷
محمد عبداللہ جاوید	دینی جامعات میں علم فلکیات کی تدریس: معرفت کے مقاصد و منہاج	فروری۲۰۲۳/۱۴
مبشر حسین رحمانی	کرپٹو کرنسی: جوا اور سٹے بازی کی بدترین شکل	مارچ۲۰۲۳/۳۵تا۳۸
" "	میٹاورس (ڈیجیٹل تخیلاتی دنیا) اور ہماری شرعی ذمہ داری	جون۲۰۲۳/۴۰
" "	کرپٹو کرنسی کی قانونی حیثیت	جولائی۲۰۲۳/۵۷تا۶۰
" "	کرپٹو کرنسی اور عام کرنسی میں فرق	اگست۲۰۲۳/۴۳

شخصیات، تذکرے، سفرنامے

محمد اویس سنبھلی	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی: مختصر سوانحی خاکہ	اکتوبر۲۰۲۲/۳۶تا۴۲
محمد منظور نعمانی	بزرگانِ دارالعلوم دیوبند: دیوبند میں زمانہ طالب علمی کی چند یادیں	اکتوبر۲۰۲۲/۲۷تا۳۲
محمد اکبر شاہ بخاری	مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع عثمانی	نومبر۲۰۲۲/۶۳
محمد صدیق اراکانی	مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع عثمانی کی یاد میں	دسمبر۲۰۲۲/۱۹
محمد نعیم، ڈاکٹر + محمد زبیر، ڈاکٹر	مولانا قاضی عبدالہادی رستمی: سوانح و خدمات	دسمبر۲۰۲۲/۵۷

حبیب اللہ حقانی	سفرنامہ سینگال وگیمبیا مغربی افریقہ [۵/اقساط]	اکتوبر۲۰۲۲/۳۶تا۵۱،
	نومبر۲۰۲۲/۵۰، دسمبر۲۰۲۲/۴۵،جنوری۲۰۲۳/۳۹تا۴۳،مارچ۲۰۲۳/۵۲تا۵۴،ستمبر۲۰۲۳/۵۴	
جمیل احمد،مولانا	تذکرہ علامہ غلام نبی کاموئیؒ [۲/اقساط]	جنوری۲۰۲۳/۴۴تا۵۳، فروری۲۰۲۳/۴۱
عبدالحکیم اکبری	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی ملک کی آزادی میں مثالی جدوجہد [۲/اقساط]	جون۲۰۲۳/۳۲، جولائی۲۰۲۳/۳۸
محمد ساجد احمد عباسی	مولانا مشتاق احمد عباسیؒ: حیات وخدمات	مارچ۲۰۲۳/۴۷تا۵۱

محمد اسلام حقانی(مبصر)	حضرت مفتی محمد نعیم (شخصیت، سوانح، حالات وخدمات) [مرتب: عزیز الرحمن عظمی+ جہاں یعقوب]	اکتوبر۲۰۲۲/۵۹
" "	خواجہ محمد خان اسد حضروی کے نام ڈاکٹر سفیر اختر کے مکاتیب [مرتب: راشد علی زائی]	اکتوبر۲۰۲۲/۶۱
" "	الاصول الحنفیہ للامام ابی حنیفہؒ از کمال الدین احمد [مرتب: احسن احمد عبدالشکور]	دسمبر۲۰۲۲/۶۲
" "	مولانا قاری خلیل احمد بندھانی از چوہان سلیم اللہ سندھی	دسمبر۲۰۲۲/۶۴
" "	سوانح حیات حضرت شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی نقشبندی مجددی از نور محمد نظامی	جنوری۲۰۲۳/۶۳
" "	تذکرہ مشائخ جامعہ ابو ہریرہؓ [مرتب: محمد دانیال کلاچوی]	جولائی۲۰۲۳/۶۳
" "	جرم صغیر کا جرم کبیر (مولانا عبید اللہ سندھیؒ پر اعتراضات کا جائزہ) [مرتب: عبدالرحمن حقانی]	جولائی۲۰۲۳/۶۳

سیرت النبیؐ وصحابہ کرامؓ

انوار الحق،مولانا	اخلاق نبوی کا اُسوۂ حسنہ	اکتوبر۲۰۲۲/۲۰تا۲۳
راحت علی صدیقی	جودوسخا کے پیکر: حضرت عثمان غنیؓ	اکتوبر۲۰۲۲/۳۳تا۳۵
خالد سیف اللہ،مولانا	ربیع الاول اظہار محبت کا صحیح طریقہ	ستمبر۲۰۲۳/۱۳

محمد اسلام حقانی(مبصر)	صحابہ کرامؓ پاکستان میں از ضیاء اللہ جدون	اکتوبر۲۰۲۲/۶۲
" "	درسی سیرت نبویؐ از حبیب اللہ حقانی	دسمبر۲۰۲۲/۶۲
" "	خلاصہ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلینؐ از شیخ عمر عبدالجبار	جنوری۲۰۲۳/۶۰
" "	عظمتِ صحابہؓ اور حضرت مدنی از قاضی مظہر حسین	فروری۲۰۲۳/۶۳
" "	اسوۂ رسول اکرمؐ از ڈاکٹر محمد عبدالحئی [مرتب: قاری فیوض الرحمن]	اگست۲۰۲۳/۶۳

عبادات اور فقہی مسائل

سمیع الحق،مولانا	فقہی وعلمی مسائل اوران کے جوابات [مرتب: حافظ خرم شہزاد]-۱	اکتوبر۲۰۲۲/۱۴تا۱۹
سمیع الحق،مولانا	فقہی وعلمی مسائل اوران کے جوابات [مرتب: حافظ خرم شہزاد]-۲	نومبر۲۰۲۲/۹
انوار الحق،مولانا	نفلی صدقات وخیرات: اہمیت،فضائل وفوائد	دسمبر۲۰۲۲/۴
" "	ماہِ شعبان کی فضیلت واہمیت	فروری۲۰۲۳/۷
" "	ماہِ رمضان المبارک کی فضیلت	مارچ۲۰۲۳/۷تا۱۴
محمد انور شاہ،مفتی	عمومِ بلوی (ممنوع اشیا) کی شرعی حیثیت: شرائط اور وضاحتی مثالیں	مارچ۲۰۲۳/۲۰تا۳۴

ڈاکٹر حسن نعمانی، مفتی — حج کی حقیقت اور حج کے مقاصد — جون۲۰۲۳/۱۸
عبیدالرحمن، مفتی — متروکہ فرائض اور ہماری ذمہ داریاں — جون۲۰۲۳/۴۷
انوارالحق، مولانا — محرم الحرام کے فضائل اور مسائل [اداریہ] — جولائی۲۰۲۳/۵
عبیدالرحمن، مفتی — اصولی وفروعی اختلاف: تعارف، اہمیت اور شرعی حیثیت — جولائی۲۰۲۳/۴۸

محمد اسلام حقانی (تبصرہ) — آسان اُصولِ فقہ از خالد سیف اللہ رحمانی — اکتوبر۲۰۲۲/۶۰
" " — احکام الجنائز از قاضی محمد خلیل الرحمٰن — نومبر۲۰۲۲/۶۴
" " — معین الفرائض از محمود حسن اجمیری — نومبر۲۰۲۲/۶۳
" " — الفوائد المرضية فی احكام الاضحية از مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی — جون۲۰۲۳/۶۳

معاشیات

انوارالحق، مولانا — سود اور اس کے معاشی نقصانات — نومبر۲۰۲۲/۶
شاہ نواز فاروقی — کفر و خودکشی تک لے جانے والی غربت اور معاشی دباؤ — دسمبر۲۰۲۲/۴۹
محمد ابوبکر صدیق — انسانی رویوں پر سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات — دسمبر۲۰۲۲/۳۹
انور شاہ، مفتی — کاروباری دنیا میں جھگڑوں کے بنیادی اسباب اور ان کا حل — اگست۲۰۲۳/۵۰
مبشر حسین رحمانی — اسلامک فنانس اور معیشت کی اسلامائزیشن کی آڑ میں کرپٹو کرنسی — ستمبر۲۰۲۳/۲۸

محمد اسلام حقانی (تبصرہ) — مالی معاملات: اُصولی مباحث اور جدید تحقیقات از شاد محمد شاد — دسمبر۲۰۲۲/۶۳

مغربی تہذیب

خالد سیف اللہ رحمانی — ارتداد کی طرف بڑھتے قدم — نومبر۲۰۲۲/۳۱
یاسر الواجدی، ڈاکٹر — ایک ضدی ملحد سے مکالمہ — دسمبر۲۰۲۲/۵۴
حافظ عثمان احمد، ڈاکٹر — کیا ٹیکنالوجی غیر اقداری ہوتی ہے؟ — ستمبر۲۰۲۳/۵۱

دینی مدارس

اے آزاد قاسمی — عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کی ضرورت — ستمبر۲۰۲۳/۵۷

محمد اسلام حقانی (تبصرہ) — دینی مدارس اور معاشرتی رویوں میں ان کا کردار از ڈاکٹر پروفیسر سیدہ مسعودہ شاہ — ستمبر۲۰۲۳/۶۴

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

عبدالحق ثانی، صاحبزادہ — مہتمم مولانا انوارالحق کی مصروفیات و اسفار — اکتوبر۲۰۲۲/۵۶تا۵۷+
نومبر۲۰۲۲/۶۰+ دسمبر۲۰۲۲/۵۹+ جنوری۲۰۲۳/۵۷تا۵۸+ فروری۲۰۲۳/۵۸تا۵۹+
مارچ۲۰۲۳/۶۰تا۶۲+ مئی۲۰۲۳/۶۸+ + جولائی۲۰۲۳/۶۱
عبدالحق ثانی، صاحبزادہ — نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی کی مصروفیات و اسفار — نومبر۲۰۲۲/۶۱+ + دسمبر۲۰۲۲/۶۰+

جنوری۲۰۲۳/ ۵۹ + فروری۲۰۲۳/۶۰+ مارچ۲۰۲۳/۶۲+ مئی۲۰۲۳/ ۶۸+
جولائی۲۰۲۳/۶۲+ اگست۲۰۲۳/۶۱ + ستمبر۲۰۲۳/۶۱

ادارہ — جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصصات کا علمی و تحقیقی اداروں کا مطالعاتی دورہ — نومبر۲۰۲۲/ ۵۶

محمد یونس، مفتی — علمی مقالات کے مناقشوں کی تقریب سے حضرت مہتمم صاحب کا خطاب — جنوری۲۰۲۳/ ۵تا۷

" " — وائس چانسلر ڈاکٹر یوسف السید عامر و سفارت کاروں کی آمد/ دسمبر۲۰۲۲/ ۱۱

عبدالحق ثانی، صاحبزادہ — جامعہ اشرفیہ کی طرف سے جامعہ حقانیہ میں سیلاب زدگان کیلئے امدادی کیمپ/ اکتوبر۲۰۲۲/ ۵۳......شعبہ "تخصصات" میں معزز مہمانوں کی آمد اور لیکچرز/ اکتوبر۲۰۲۲/ ۵۴تا۵۵......جامعہ اشرفیہ کی طرف سے جامعہ حقانیہ میں سیلاب زدگان کیلئے امدادی کیمپ/ اکتوبر۲۰۲۲/ ۵۳......جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا اعزاز/ اکتوبر۲۰۲۲/ ۵۸......جامعہ حقانیہ میں شہید اسلام مولانا سمیع الحق کانفرنس کا انعقاد/ نومبر۲۰۲۲/ ۵۷......دارالعلوم کے ششماہی امتحان اور تعطیلات/ نومبر۲۰۲۲/ ۵۹......مغربی سفارت کاروں کی دارالعلوم حقانیہ آمد/ نومبر۲۰۲۲/ ۵۹......وفیات/ نومبر۲۰۲۲/ ۶۲......جامعۃ الازہر مصر اور انٹرنیشنل یونیورسٹی کے عرب اساتذہ کی آمد/ دسمبر۲۰۲۲/ ۵۹......مولانا سمیع الحق کے پڑپوتے اور مولانا حامد الحق کے پوتے کی پیدائش/ دسمبر۲۰۲۲/ ۶۱......وفیات/ دسمبر۲۰۲۲/ ۶۱......جامعہ حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات کی تقریبات/ جنوری۲۰۲۳/ ۵۵......بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے افسران کی دارالعلوم آمد/ جنوری۲۰۲۳/ ۵۵......مولانا عبدالشہید نعمانی کی دارالعلوم آمد/ جنوری۲۰۲۳/ ۵۶......جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا ارشد قریشی کے بہنوئی ضیاء الحق کا انتقال/ جنوری۲۰۲۳/ ۵۹......جامعہ کی تقریب دستار بندی/ فروری۲۰۲۳/ ۵۷......جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کا اجلاس/ فروری۲۰۲۳/ ۵۷......دارالعلوم حقانیہ کا شہرہ آفاق ترانہ "حقانیہ ہمارا" پارٹ ٹو/ فروری۲۰۲۳/ ۵۷......جامعہ اور وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات و تعطیلات/ فروری۲۰۲۳/ ۵۸......مصر کے قراء حضرات کی دارالعلوم حقانیہ آمد/ فروری۲۰۲۳/ ۵۸......وفیات/ فروری۲۰۲۳/ ۶۱......مغربی سفارتکاروں کی آمد/ مارچ۲۰۲۳/ ۶۰......جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۵-۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۴-۲۰۲۳ء کے داخلوں کا شیڈول/ مارچ ۲۰۲۳/ ۶۳......جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۵-۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۴-۲۰۲۳ء کے داخلوں کا شیڈول/ مئی۲۰۲۳/ ۶۷......شعبہ تخصصات کا اجلاس اور "تخصص فی التفسیر" کا اجرا/ مئی۲۰۲۳/ ۶۷......گورنر خیبر پختونخوا کی حقانیہ آمد اور ملاقاتیں/ مئی۲۰۲۳/ ۶۹......دارالعلوم کی دیگر سرگرمیاں/ مئی۲۰۲۳/ ۶۹......جامعہ کے اساتذہ کا سفر حرمین شریفین/ مئی۲۰۲۳/ ۷۰۔ وفیات/ مئی۲۰۲۳/ ۷۰......امریکن یونیورسٹی آف نوٹرے ڈیم اور اقوام متحدہ کے ارکان کی دارالعلوم آمد، افریقہ کے علماء ومشائخ کی دارالعلوم آمد، ادارہ امن و تعلیم فاؤنڈیشن کے پروگرام میں دارالعلوم کی نمائندگی، سفر حرمین شریفین (قاری ذاکر اللہ، مولانا محمد ادریس، مفتی مختار اللہ، مفتی شیر عالم۔ وفیات۔مولوی زینت اللہ/ جون۲۰۲۳/ ۵۹-۶۲...... علما کے وفد کے اعزاز میں چینی سفارتخانے کی طرف سے عشائیہ/ اگست۲۰۲۳/ ۶۱......قرآن وسنت کے مرکز "دارالفرقان" لاامام محمد طاہر پنج پیر صوابی کا دورہ/ اگست۲۰۲۳/ ۶۲......حضرت نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات، حضرت مولانا مفتی توقیر احمد صاحب (دوبئی) کی دارالعلوم حقانیہ آمد، مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفہ کی دارالعلوم آمد /ستمبر۲۰۲۳/۶۲

مکتوبات

سمیع الحق، مولانا — مولانا نور ہاد حقانی کے نام مکتوب......جنوری۲۰۲۳/ ۵۴

ادارہ	افکاروتاثرات [مکتوبات]......جون۲۰۲۳/۵۵
اظہر بختیار خلجی	مکتوب......اگست۲۰۲۳/۶۰
الطاف الرحمٰن عباسی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۳
ایاز احمد حقانی	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۹
بابر اعوان، سینٹر	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۷
حبیب اللہ حقانی	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۶
رفیق احمد بالاکوٹی	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۵
ساجد انور، حافظ	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۳
سعید اللہ شاہ	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۱
سلمان ندوی، ڈاکٹر	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۵۹
عبدالحق ثانی، صاحبزادہ	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۶
عبدالرؤف بادشاہ	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۴
عزیز الرحمٰن، مولانا	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۰
غلام محمد، مولانا	مکتوب......اگست۲۰۲۳/۶۰
محمد اشرف، مولانا	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۵
قاسم محمود، مولانا	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۶تا۵۷
غلام الرحمٰن، مفتی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۵۹
عبدالقیوم حقانی، مولانا	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۵۹
محمد وہاب حقانی، مفتی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۵
نورالہادی، مولانا	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۱

اظہر بختیار خلجی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۵
انعام الرحمٰن شانگلوی	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۵
ایاز احمد حقانی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۲
بابر اعوان، سینٹر	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۰
حبیب اللہ حقانی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۴
رفیق احمد بالاکوٹی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۰
سعید الحق جدون	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۴
سلمان ندوی، ڈاکٹر	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۳
شفیق احمد سلیم	مکتوب......اگست۲۰۲۳/۵۹
عبدالحق ثانی، صاحبزادہ	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۲
عبدالقیوم حقانی، مولانا	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۲
غلام الرحمٰن، مفتی	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۲
قاسم محمود، مولانا	مکتوب......فروری۲۰۲۳/۵۳
محمد زبیر، ابوالخیر	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۱
قمر، مفتی سیّد	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۲
غلام رسول حقانی	مکتوب......مئی۲۰۲۳/۶۲
عزیز الرحمٰن، مولانا	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۵
نورالہادی، مولانا	مکتوب......مارچ۲۰۲۳/۵۸تا۵۹

متفرق مقالات

محمد تقی عثمانی، مفتی	نکاح میں کفو کی رعایت	اکتوبر۲۰۲۲/۲۵تا۲۶
ذاکر حسن نعمانی، مفتی	لایعنی کھیل (کرکٹ) کے منفی اثرات	جنوری۲۰۲۳/۲۹تا۳۸
محسن عثمان ندوی	آتی ہے اردو زباں آتے آتے	جنوری۲۰۲۳/۲۱تا۲۵
مسعود محبوب خان	ترکی زلزلے قدرتی آفات یا انسانی سازش	فروری۲۰۲۳/۳۵
عطاء اللہ شاہ	وقت زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ	فروری۲۰۲۳/۴۹
محمد ساجد قاسمی، مولانا	اسلام: انسانیت کی کامیابی کا ضامن	ستمبر۲۰۲۳/۲۵
طارق احمد صدیقی	ادارت کا فن اور اس کے مراحل	ستمبر۲۰۲۳/۴۳

محمد اسلام حقانی (بصر)	رختِ سفر (تاریخی کہانیاں) از محمد حذیفہ رفیق	اکتوبر۲۰۲۲/۶۳
محمد اقبال خان، ڈاکٹر	ڈیجیٹل دنیا اور اُردو ذخیرہ کتب تک رسائی	دسمبر۲۰۲۲/۲۹
محمد اسلام حقانی (بصر)	علامات قیامت اور ان کا ظہور: مولانا محمد عامر ربانی	جون۲۰۲۳/۶۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ﷺ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 58
شمارہ نمبر 12
صفر، ربیع الاول ۱۴۴۵ھ
ستمبر ۲۰۲۳ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی — منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: دارالعلوم کی مالی مشکلات اور عوام الناس کا تعاون .... مولانا راشد الحق ۱۰
- ربیع الاول ، اظہار محبت کا صحیح طریقہ .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۱۳
- ملفوظات امام لاہوریؒ : ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں! .... مولانا حافظ خرم شہزاد ۱۹
- اسلام: انسانیت کی کامیابی کا ضامن .... مولانا محمد ساجد قاسمی ۲۵
- اسلامک فنانس اور معیشت کی اسلامائزیشن کی آڑ میں .... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۲۸
- ایک منفرد تفسیر .... مولانا شفیق سلیم ملکانوی ۴۰
- ادارت کا فن اور اس کے مراحل .... جناب طارق احمد صدیقی ۴۳
- کیا ٹیکنالوجی غیر اقداری ہوتی ہے؟ .... ڈاکٹر حافظ عثمان احمد ۵۱
- سفرنامہ سینگال و گیمبیا مغربی افریقہ .... مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی ۵۴
- عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کی ضرورت .... اے ۔ آزاد قاسمی ۵۷
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۱
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com —— موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk —— فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

دارالعلوم حقانیہ کی مالی مشکلات اور عوام الناس کا مخلصانہ تعاون

ملک کی موجودہ تباہ حال معیشت ، برباد اقتصادی صورتحال اور ہوشربا مہنگائی سب کے سامنے ہے جس کے اثرات سے زندگی کا ہر شعبہ بے حد متاثر ہوا ہے،اس سے نہ صرف عوام الناس بلکہ ملک کے بڑے بڑے ادارے بھی موجودہ مالی بحران کے شکار نظر آرہے ہیں، چاہے وہ سرکاری ادارے ہوں یا غیر سرکاری، سب ہی اس کے لپیٹ میں آئے، باقی اس وقت تمام اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے امراء، مڈل کلاس سب ہی معاشی طور پر مشکل حالات سے دوچار ہیں، انہی حالات کی زد میں دینی مدارس بھی آئے ہوئے ہیں بدقسمتی سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی ان مشکلات سے متاثر ہوا ہے۔ 76 برس سے دارالعلوم الحمدللہ ہر سال ہزاروں طلباء کی تعلیم وتربیت کا بتوفیق خداوندی انتظام کررہا ہے اور طلباء کو علوم نبوت سے روشناس کرارہا ہے، کچھ ہفتے قبل دارالعلوم میں ایک وقت کے کھانے میں کچھ تاخیر ہوئی تو اسی بناء پر یہاں کے طلباء کچھ پریشان ہوگئے (جس کا بعد میں اُسی شام کو فوری طور پر تدارک کردیا گیا تھا) لہٰذا جامعہ کے منتظمین اور اساتذہ کرام نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سے قبل بھی دارالعلوم کو جب بھی مالی مشکلات کا سامنا ہوتا تو اساتذہ اور انتظامیہ اپنے فضلاء اور متعلقین سے رابطہ کرتے اور پھر سب کی مشترکہ کوششوں سے ان عارضی مشکلات پر قابو پالیا جاتا لہٰذا اس بحران میں بھی جامعہ کے فضلاء اور متعلقین کو باضابطہ طریقے سے خطوط لکھنے کا مشورہ دیا گیا تاکہ انہیں جامعہ کی موجودہ صورتحال سے آگاہ کیا جائے اور موجودہ مالی بحران کے سلسلے میں اُن کا تعاون حاصل کیا جائے لیکن ڈاک کے ذریعے خطوط بھیجنے سے وقت کافی لگتا اس لئے باہمی مشورہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ طلباء کو اگلے دن جمعرات کو صرف ایک دن کی رخصت دی جائے تاکہ وہ اپنے قدیم فضلائے کرام، اپنے اہل وعیال اور دیگر مخیّر حضرات سے رابطہ کرسکیں تو طلباء کو صرف ایک روز کی چھٹی دی گئی اور انہیں گھر جانے سے قبل اس بات کی پرزور ہدایت کی گئی کہ جامعہ کے موجودہ حالات سے کسی اور کو آگاہ نہ کریں بلکہ جامعہ کے اندر اور باہر صرف فضلاء اور اپنے متعلقین تک محدود رکھنے کی کوشش کریں لیکن بدقسمتی سے چند نادانوں سے یہ بات سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی اور پوری دنیا میں جامعہ کی مالی مشکلات کے حوالے سے ایک ہنگامہ برپا ہوگیا کہ جامعہ حقانیہ مالی مشکلات کی وجہ سے بند ہوگیا ہے اور طرح طرح کے پروپیگنڈے اور تبصرے کئے جانے لگے۔

واضح رہے کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا یہ مزاج ہرگز نہیں کہ جگہ جگہ چندہ مہم چلائی جائے جس سے جامعہ کے وقار اور ساکھ کو نقصان پہنچے کیونکہ دارالعلوم حقانیہ ایک بین الاقوامی اسلامی ادارہ ہے جس کا باقاعدہ کوئی سفیر اندرون ملک یا بیرون ملک چندہ جمع کرنے کیلئے موجود نہیں، جامعہ میں ہزاروں کی تعداد میں طلباء زیر تعلیم ہیں لیکن جامعہ نے کبھی چندہ مہم کیلئے غیر مہذب انداز اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اپنے طلباء کو کبھی اس کی اجازت دی بلکہ جامعہ نے ہمیشہ اپنے قدیم طلباء، متعلقین کے اشتراکِ عمل سے مشکلات پر قابو پایا ہے، جامعہ کی اپنی ایک بین الاقوامی حیثیت ہے جو ناعاقبت اندیشی اور کسی غفلت کی وجہ سے خراب نہیں کی جاسکتی ہے، مالی خسارہ قابلِ برداشت ہے لیکن جامعہ کے وقار پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال! جس طرح مالی پریشانی سے افراد متاثر ہوسکتے ہیں اسی طرح ادارے بھی کبھی کبھار ایسی صورتحال سے دوچار ہوسکتے ہیں، دارالعلوم امت مسلمہ کا ایک سرمایہ اور اثاثہ ہے جس کی پون صدی پر محیط علمی، تدریسی، دعوتی، سیاسی اور سماجی خدمات ہیں جس کا اعتراف ہر کسی کو ہے اور مسلمانانِ ملت اس ادارے کیلئے ہر قسم کی مالی وجانی قربانی دینے کو ہر دم تیار بیٹھے ہیں۔ الحمدللہ! اس دفعہ بھی غیور مسلمانوں نے ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا اور نہایت تندہی کے ساتھ عوام الناس نے جس طرح دارالعلوم کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا اور ان مشکل حالات میں بھرپور انداز میں معاونت فرمائی اور جامعہ کو مالی بحران سے نکالنے میں ایک بہترین کردار ادا کیا، اس پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ ان تمام مخلص، مخیّر خواتین وحضرات خصوصاً فضلائے کرام، طلبائے عظام کا شکرگزار ہے جنہوں نے مالی، جسمانی اور دیگر طرح کی امداد کی، حتیٰ کے ملت کی غیور خواتین نے اپنے زیورات تک بھیجے، اللہ تعالیٰ ان کے نیک جذبات اور دارالعلوم کے ساتھ محبت کو برقرار رکھے اور اس کے صلے میں انہیں دنیا وآخرت میں اجر عظیم سے نوازے (آمین)

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لنگر، یوٹیلیٹی بلز وغیرہ کی ضروریات پوری ہوچکی ہیں، اب دیگر چھوٹے مدارس اور مہنگائی کے مارے غرباء اور پڑوسیوں کی طرف اہل خیر کو توجہ دینی چاہیے، ہمیں مزید ہنگامی امداد کی ضرورت نہیں، دارالعلوم حقانیہ کی ماہ رجب تک کی ضروریات پوری ہوچکی ہیں۔

آخر میں جامعہ حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس ترنگزئی صاحب کا وہ خطاب ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے ایک دن کی تعطیل کے بعد کیا تھا جس میں آپ نے دارالحدیث میں طلباء کے سامنے اس مالی بحران کی وضاحت کی اور معاونین کا بہترین الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کا خطاب

الحمدللہ! جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ اندرون وبیرون ملک سے مسلمانانِ ملت نے بھرپور تعاون

کیا ہم ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ مدرسہ بند ہوگیا ہے، یہ غلط پروپیگنڈا ہے، ہاں! صرف ایک آدھ دن کے لئے مشکلات آئیں اور کچھ یوٹیلیٹی بھاری بھرکم بلز نے پریشان کیا لیکن الحمدللہ جامعہ کے منتظمین، اساتذہ کرام نے اس کا بروقت تدارک کرلیا اور کچھ طلباء، وصحافیوں نے سوشل میڈیا پر بھی اس حوالے سے خبریں چلادیں جس کے مثبت ومنفی دونوں پہلو سامنے آئے لیکن جامعہ کے تمام فضلاء اور متعلقین نے اس خبر کے بعد جامعہ کے ساتھ زبردست تعاون و اخلاص کا مظاہرہ کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ جامعہ پر جب بھی مشکل حالات آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کا فوری بندوبست کیا۔ جامعہ حقانیہ کی بنیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے بڑے اخلاص اور توکل کے ساتھ رکھی تھی اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بڑے اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کی، یہ سب اس اخلاص کی وجہ ہے کہ جامعہ کبھی بند نہیں ہوگا، یہ اخلاص کی بنیاد پر قائم شدہ مدرسہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسی اخلاص کی وجہ سے اس کو دوام بخشے گا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ امت کا اثاثہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کے قافلے نے پڑاؤ ڈالا تھا اور فرمایا تھا کہ "یہاں سے مجھے احادیث نبویہ کی خوشبو آرہی ہے۔" یہ بڑا عظیم مدرسہ ہے جسے دیوبند ثانی کہا جاتا ہے، اِس کے ساتھ اکابرین کی دعائیں شامل حال ہیں، اِس میں احادیث مبارکہ کا بڑا درس دیا جاتا ہے، بہت سارے مدرسوں میں اتنا بڑا درس نہیں ہوتا۔ اِس مدرسہ کے ایسے شاگرد بھی ہیں جو دوسرے اداروں میں بڑے بڑے شیوخ الحدیث اور بڑے عہدوں پر فائز ہیں، اب پورے ملک میں ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں جامعہ حقانیہ کے فضلاء موجود نہ ہوں۔ ماشاء اللہ! اکوڑہ کے لوگ بھی نہایت مخلص ہیں جنہوں نے مدرسہ کیساتھ بھرپور معاونت کی، اللہ تعالیٰ نے صوبہ خیبرپختونخوا اور اکوڑہ خٹک کے لوگوں میں دینی حمیت اور سخاوت رکھی ہے اِسی وجہ سے جامعہ حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس سرزمین پر قائم کیا، میں آپ سب کا دل کی اتاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مشکل گھڑی میں جامعہ سے محبت کا اظہار کیا اور ان شاء اللہ ہمیشہ اس سے محبت اور تعاون کرتے رہیں گے، ایسے حالات تو چلتے رہتے ہیں، کبھی ارزانی ہوگی تو کبھی مہنگائی لیکن اللہ تعالیٰ مدارس کو اپنے دین کی حفاظت کے واسطے کبھی بند نہیں کریگا اور اپنے رحم وکرم سے اس کا انتظام غیب سے فرمائیگا، ماشاء اللہ ملک کے دور دراز علاقوں سے بہت سی خواتین نے اپنے زیورات تک بھجوائے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی اجر وعافیت نصیب فرمائے اور اُن کے صدقات کو قبول فرمائے، اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو مزید ترقی دے اور ہمارے شیخ اور بانی دارالعلوم حضرت مولانا عبدالحقؒ اور میرے اُستاد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ، مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور مولانا اظہار الحقؒ نے بھی مدرسہ کی بہترین خدمتیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں قبول فرمائے اور ان کیلئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں، اللہ تعالیٰ خانوادہ حقانی کو شاد وآباد رکھے اور اُن کا آپس میں اتفاق واتحاد قائم رکھے (آمین)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی *

ربیع الاول، اظہارِ محبت کا صحیح طریقہ

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، اسی مہینے میں آقا و مولانا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی ماہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسی ماہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم آخرت کی طرف کوچ فرمایا، اس طرح اس ماہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ایک خاص مناسبت ہے، یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی عظمت کا تقاضہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہ ہو، جب اس کے دل کی دنیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے آباد نہ ہو؛ لیکن حیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ماہ کی خصوصی نسبت کی وجہ سے عام طور پر اس موقع پر زیادہ جلسے کئے جاتے ہیں، اخبارات ورسائل کے نمبرات نکلتے ہیں اور مختلف طریقوں پر سیرت طیبہ کے تذکرہ کو تازہ کیا جاتا ہے۔

رسالت مابؐ سے عقیدت ومحبت جزوایمان

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا عظمت اور تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت ہمارے دلوں میں ہو، یہ محبت ہمارے ایمان کا جزو اور ہمارے دین کی اساس ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اس امت کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو غیر معمولی جذبہ کارفرما ہے، دوسرے مذاہب کے متبعین میں اپنے پیشواؤں سے متعلق اس کا سوواں حصہ بھی نہیں ملتا اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر مسلمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات سب سے محبوب ترین ہستی ہے، اس کو اپنے وجود سے بھی بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور اگر اس کا سینہ اس جذبہ سے خالی ہو تو وہ مسلمان ہی باقی نہیں رہے گا، محبت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ انسان محبت کا اظہار کرے، اللہ اور رسول کی محبت تو مومن کیلئے معراج ہے لیکن انسان تو دنیا میں بھی جب کسی

---

* ڈائریکٹر فقہ اکیڈمی انڈیا

سے محبت کرتا ہے تو اسے اظہار محبت کے بغیر چین نہیں ملتا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا فطری تقاضہ آپ سے محبت کا اظہار بھی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اظہار محبت کا طریقہ کیا ہو؟

اظہار محبت کے مختلف طریقے

محبوب کے لحاظ سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے، انسان کو اپنے والدین سے بھی محبت ہوتی ہے اور اولاد سے بھی، استاذ اور شیخ سے بھی محبت ہوتی ہے اور شاگرد و مرید سے بھی، شوہر و بیوی بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور دوستوں میں بھی باہم محبت کا تعلق ہوتا ہے لیکن ہر جگہ اظہار محبت کا ایک ہی انداز نہیں ہوتا، اظہار محبت میں دو باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے، محبوب کا مقام و مرتبہ اور محبوب کی پسند، مقام و مرتبہ کا لحاظ بے حد ضروری ہے، ایک شخص اپنے بچوں سے پیار کرتے ہوئے محبت کے جو بول بولتا ہے اور جو طریقہ کار اختیار کرتا ہے، اگر وہی الفاظ اپنے ماں باپ سے کہے اور وہی طریقہ ان کے ساتھ اختیار کرے تو یہ محبت کی بجائے بے ادبی اور گستاخی ہو جائے گی، اسی طرح کسی شخص کو جو شے پسند نہ ہو، آپ اس کی پسند و ناپسند کی پرواہ کئے بغیر اس کی ناپسندیدہ شئے بطور اظہار محبت کے اس کے سامنے پیش کر دیں تو یا تو اسے بے وقوفی سمجھا جائے گا یا تمسخر۔

اظہار محبت کے نام پر بے حرمتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار میں بھی ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہے، ہمارے بعض شعرا نعتیہ اشعار کچھ اس طرح کہتے اور پڑھتے ہیں کہ جیسے اپنی محبوبہ کے گیسو و عارض کی تعریف کر رہے ہوں اور اس کے سراپا کا نقشہ کھینچ رہے ہوں، ظاہر ہے کہ یہ اظہار محبت کا ناشائستہ طریقہ ہے، اخبارات میں ایک طرف ایسا اشتہار ہوتا ہے، جس کا تعلق ملبوسات کی دکان سے ہے اور جس میں نیم عریاں شکل میں آنچل لہراتی ہوئی ایک عورت کھڑی ہوئی ہے اور ٹھیک اسی کی پشت پر یا اوپر نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ذکر ہے، سوچئے! کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟ کاغذ کی ایسی جھنڈیاں تیار کی جائیں، جن پر کلمہ طیبہ ہو اور جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو اور یہی جھنڈیاں چند دنوں کے بعد زمین میں قدموں سے پامال کی جائیں، کیا یہ بے احترامی نہیں ہے؟ اظہار محبت کے نام پر کتنی ہی ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہیں، بہت سی باتیں جو اختیار کی جاتیں ہیں، وہ ایسی ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی انسان کو تکلیف پہنچانے کے عمل سے منع

فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو کاٹنے سے منع فرمایا کیوں کہ اس کی وجہ سے انسان سایہ سے محروم ہوتا ہے اور ماحولیاتی توازن متاثر ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی نالی راستے پر نکالنے سے روکا؛ تاکہ تعفن پیدا نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں کچرا اور تکلیف دہ چیزیں ڈالنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ ارشاد ہوا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی ایمان میں داخل ہے:وأدناها إماطة الأذى عن الطريق (مسلم، ۳۵)

تکلیف دہ چیزوں میں راستہ کی رکاوٹ بھی ہے، راستہ میں ایسی چیزیں رکھ دینا کہ ٹریفک کا بہاؤ متاثر ہوجائے، اس طرح کھڑا ہوجانا کہ چلنے والوں کیلئے رکاوٹ پیدا ہوجائے اس اذی (تکلیف دہ چیز) میں داخل ہے، جس کے ہٹانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، ایسی ریکارڈ نگ لگانا کہ محلہ کے لوگوں کے لئے سونا دشوار ہوجائے یا بیماروں کو تکلیف ہونے لگے، ایذا ہی کی ایک شکل ہے، حضرت مقداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت کسی جگہ جاتے تو ایسی آواز میں سلام فرماتے کہ جو لوگ بیدار ہوں وہ سن لیں اور جو لوگ سوئے ہوئے ہوں، ان کی نیند میں خلل واقع نہ ہو: فيجئى من الليل فيسلم تسليماً لا يوقظ نائماً ويسمع اليقظان(مسلم:۲۰۵۵)

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے قرآن مجید بھی بہت اونچی آواز میں پڑھنے کو پسند نہیں فرمایا، حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے صحابہؓ کو زور زور سے قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو پردہ ہٹایا اور فرمایا کہ تم سب اپنے پروردگار سے سرگوشی کررہے ہو لہٰذا ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کرو: ألا إن كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم بعضاً، ولا يرفع بعضكم على بعض في القراة (ابو داود، ۱۳۲۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہنے میں بھی بہت بلند آواز کو پسند نہیں فرمایا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے، جب ہم بلندی پر چڑھتے تھے تو تکبیر کہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے آپ پر نرمی سے کام لو، تم کسی ایسی ذات کو نہیں بلا رہے ہو، جو سنتا نہ ہو یا موجود نہ ہو؛ بلکہ اس خدا کو پکار رہے ہو جو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا اور تم سے قریب ہے: انكم لا تدعون أصم ولا غائباً إنكم تدعون سميعاً قريباً (بخاری: ۴۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے ریکارڈ بجانا کہ جس کی آواز لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو اور جلسوں کے اسپیکر اتنی دور دور تک پھیلا دینا کہ لوگوں کی نیند میں خلل ہوجائے، ایسے طریقے ہیں جو

ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضول خرچی نہایت ناپسند تھی، قرآن مجید میں تقریبا بیس آیتوں میں فضول خرچی کو منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے اور کپڑے ہی میں نہیں بلکہ صدقہ کرنے میں بھی اسراف نہ ہونا چاہئے: کلوا واشربوا تصدقوا والبسوا فی غیر اسراف (الجامع الصغیر: ٦٣٨٤)

صدقہ میں اسراف کا مطلب یہ ہے کہ کسی خیر کے کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کر دیا جائے، یا اتنا خرچ کر دیا جائے کہ خود دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے حالات پیدا ہوجائیں، فضول خرچی کی دو صورتیں ہیں: کسی جائز کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے یا کسی بے جا کام میں خرچ کیا جائے، اب غور کریں تو ربیع الاول میں اظہار مسرت کے لئے جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، ان میں بعض صورتیں یقیناً فضول خرچی کے دائرے میں آجاتی ہیں، یہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرنے والی بات ہے نہ کہ ان کو خوش کرنے والی۔ایک بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلمکو بہت ہی ناپسند تھی، وہ ہے غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا، یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لباس و پوشاک اور تہذیب وتمدن میں بھی غیر مسلموں کی مماثلت کو ناپسند فرماتے تھے لیکن خاص کر دینی امور میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات حد درجہ ناپسند تھی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ ان ہی میں شامل ہے:من تشبه بقوم فهو منهم (ابوداود، : ٤٠٣١)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے نکلنے، سورج کے نصف آسمان پر رہنے اور سورج کے ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا؛ اس لئے کہ جو قومیں آفتاب کی پرستار تھیں، وہ ان ہی اوقات میں آفتاب کی پوجا کیا کرتی تھیں، یہودی دیر سے روزہ افطار کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو افطار میں عجلت کا حکم دیا، یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ مزید ایک روزہ ملا کر روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، اگر اس پس منظر میں دیکھیں تو دیپ جلانا، چراغاں کرنا ہمارے ہندو بھائیوں کا شعار ہے، وہ چراغ جلا کر دیوالی مناتے ہیں اور اس سے ان کا ایک مذہبی تصور متعلق ہے، عیسائی حضرات کرسمس کے موقع پر پنج پہلو ستاروں کی شکل میں روشنی کا اہتمام کرتے ہیں اور ان کے یہاں بھی اس سے ایک مذہبی تصور متعلق ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ نے کسی اسلامی تقریب کے لئے اس کی دعوت نہیں دی یا اس طرح کا عمل نہیں کیا، اسی طرح رنگ پھینکنا ہمارے اہل وطن کا طریقہ رہا ہے اور

وہ اس کے لئے مستقل طور پر ہولی کا تہوار مناتے ہیں، اسلام میں ایک دوسرے پر رنگ پھینکنے کا کوئی تصور نہیں ہے، غور کیجئے کہ کہیں ہم غیر مسلموں کے مذہبی اور تہذیبی شعائر کی طرف تو قدم بڑھاتے نہیں جارہے ہیں؟ الغرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات چھپی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ روشن آفتاب کی طرح ہم سب کے سامنے ہیں، ہم ان کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند وناپسند کو جان سکتے ہیں اور اس کی ترازو میں اظہار محبت کے ان طریقوں کا تجزیہ کرسکتے ہیں، جن کو آج ہم نے اختیار کررکھا ہے۔ ہم اس ماہ میں ضرور اپنی خوشی کا اظہار کریں لیکن طریقہ ایسا ہو کہ وہ شریعت کی میزان میں بھی درست ہو اور اس سے دینی نفع بھی ہو۔

اظہار مسرت ومحبت کا ایک طریقہ

اظہار مسرت کا ایک بہتر طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم لوگ اس یادگار مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے پڑھنے اور اپنی نئی نسل تک اس کو پہنچانے کا اہتمام کریں، اللہ کا شکر ہے کہ ہر زبان میں سیرت کا لٹریچر موجود ہے، یہ کتابیں مختصر بھی ہیں، متوسط ضخامت کی بھی ہیں اور ضخیم بھی ہم خود ان کا مطالعہ کریں اور اپنے مطالعہ کو نئی نسل تک پہنچائیں، خواتین اور بچوں کو سنائیں، آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور طلبہ و طالبات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اولاد اور پاک بیویوں کے نام تک یاد نہیں، اگر ان سے آپ کے صحابہ کا نام دریافت کیا جائے تو چاروں خلفاء کے بعد کم لوگ ہوں گے جو کسی پانچویں صحابی کا نام بتاسکیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دس بیس واقعات بھی ان کو معلوم نہیں ہیں، کیا یہ بات محبت کے تقاضے میں داخل نہیں ہے کہ انسان اپنے محبوب کو جانے، پہچانے اور دوسروں سے اس کا تعارف کرائے؟ پس آیئے کہ اس مہینے کو ہم لوگ سیرت کے پڑھنے اور اپنی نئی نسل تک سیرت نبوی کو پہنچانے کا مہینہ بنائیں، اس کے لئے ایک منصوبہ بنائیں، کوئز پروگرام منعقد کریں اور بچوں کو انعام دے کر انہیں سیرت نبوی سے واقف کرائیں۔

اظہار محبت کا دوسرا طریقہ

اظہار محبت کا دوسرا مناسب طریقہ یہ ہے کہ ہم برادران وطن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نواز تعلیمات کو پہنچائیں، اس وقت مغرب کی جانب سے ایک منظم کوشش کی جارہی ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غلط فہمیاں

پیدا کی جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جارہے ہیں، جب اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں تو ہم لوگ احتجاج کرتے ہیں اور ہم اس احتجاج میں حق بجانب بھی ہیں؛ لیکن یہ اس مسئلہ کا پائیدار اور مستقل حل نہیں ہے، اس کا اصل حل یہ ہے کہ غیر مسلم بھائیوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پہنچائی جائے، خاص کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اخلاقی کے واقعات اور انسانیت نواز تعلیمات کو عام کیا جائے، مقامی زبانوں میں سیرت کا لٹریچر زیادہ سے زیادہ مقدار میں شائع کیا جائے اور ایک ایک غیر مسلم بھائی تک اس کو پہنچانے کی کوشش کی جائے، اگر ہر صاحب استطاعت مسلمان یہ طے کرلے کہ وہ انگریزی، ہندی یا ہندوستان کی کسی مقامی زبان میں موجود سیرت کی کتاب کے ایک سو تا ایک ہزار نسخے اپنے برادران وطن تک پہنچائے گا، ہاسپٹل جاکر مریضوں میں، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈوں پر جاکر مسافروں میں، اسکولوں اور کالجوں میں جاکر اساتذہ اور طالبات میں تقسیم کرے گا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حقیقی اظہار ہوگا، اس طرح غلط فہمیوں کے بادل چھٹیں گے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کو پہچانیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگی۔

اظہار محبت کا تیسرا طریقہ

اظہار محبت کا تیسرا طریقہ وہ ہے جس کی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے، درود شریف کی کثرت ہے، گھروں میں ایسا ماحول بنائیے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں، ہر مسلمان خاندان طے کریں کہ کم سے کم اس ماہ میں ہم سب مل کر ایک لاکھ دفعہ درود شریف پڑھیں گے اور آئندہ بھی سہولت کے لحاظ سے اس کا سلسلہ جاری رکھیں گے تو آپ کی احسان شناسی کا مناسب اظہار ہوگا کیوں کہ امت کا درود شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور درود کی یہ کثرت ان شا اللہ آخرت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں حصہ دار بنائے گی۔ اگر ہم سیرت کا پیغام مسلمانوں تک پہنچا کر، غیر مسلموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے واقف کراکر اور درود شریف کی کثرت کے ذریعہ آپ سے محبت وتعلق کا اظہار کریں تو یہ اظہار محبت کی کتنی بہتر، مفید اور ثمر آور صورت ہوگی، کاش! ہم ٹھنڈے دل سے اور دینی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر غور کریں۔ (بشکریہ: https://www.madarisweb.com/ur/articles/3933)

(قسط۴) مرتب: مولانا حافظ خرم شہزاد٭

ملفوظات امام لاہوریؒ

''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں!

حج کے اکیس (۲۱) فوائد

''فوائد حج: (۱) وطن کو خیر باد کہنا (۲) کاروبار کا بند ہونا (۳) بال بچوں کو چھوڑ کر جانا (۴) زادِ راہ اپنا خرچ کرنا (۵) ایک وقت، ایک دن اور ایک گھڑی میں ایک میدان کے اندر دنیائے اسلام کے نمائندوں کا جمع ہوجانا (۶) ایک افسر امیر حجاج کے ماتحت تمام سفر طے کرنا (۷) یہ تمام جدوجہد رضائے الٰہی ہی کے لیے کرنا (۸) سب کا ایک لباس ہونا (یعنی احرام) (۹) ہلاکتوں (آزمائشوں) میں اپنے آپ کو ڈالنا (۱۰) کوئی گناہ اور کوئی نزاع پاس نہ پھٹکنے دینا (۱۱) جذبہ انقیاد اور اطاعت امیر کی تعمیل (۱۲) ان تمام مصائب کو رضائے الٰہی کے لیے برداشت کرنا (۱۳) سامانِ راحت کو خیر باد کہنا، بال ناخن اور جوؤں کے مارنے سے بھی حسب درجہ سزا کا ملنا (۱۴) تمام عمر کا اندوختہ (جمع پونجی) اور کمائی اللہ کے لئے صَرف کرنا (۱۵) خوراک و پوشاک میں سادگی اختیار کرنا (۱۶) حصولِ رضاء الٰہی کے لئے سینکڑوں روپے خرچ کرنا (۱۷) تعمیل حکم سے تجاوز کے وقت سزا پانا (۱۸) قربانی کرکے سرفروشی کا مادہ پیدا کرنا (۱۹) اعزاء واقرباء کو خیر باد کہنا (۲۰) جائیدادوں سے دستبردار ہوکر جانا (۲۱) تمام مصارف کو اپنی گرہ سے خرچ کرنا اور کسی پر احسان نہ کرنا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص ۵۷۴، ۵۷۵)

امیر امان اللہ خان کا مثالی نظم

''امیر امان اللہ خان کے دور میں مَیں نے کابل میں دیکھا کہ ہر محلہ کی مسجد کے نمازی امام کے ماتحت تھے اور تمام امام پولیس کوتوال کے ماتحت! ہر نمازی کی حاضری لگتی تھی، غیر حاضری کی رپورٹ کوتوالی کو پہنچائی جاتی تا کہ بے نمازی کو سزا دی جائے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص: ۵۹۱)

حضرت امام مالکؒ کی بے نیازی

''حضرت امام مالکؒ کو (خلیفہ) ہارون رشید نے خط لکھا کہ یہاں آؤ! ہارون رشید خود بمع

دونوں شہزادوں کے مؤطا امام مالک آپ سے پڑھنا چاہتے ہیں، امام مالکؒ نے جواب لکھا، سبحان اللہ! فرمایا کہ العلم یزار ولا یزور علم کسی کی زیارت نہیں کرتا بلکہ اس کی زیارت کی جاتی ہے (یعنی خود آکر ہمارے پاس پڑھو)'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص ۵۹۳)

کفر لسانی اور کفر اعتقادی

''انسان احکام الٰہی سے کیوں بدکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ راستے سے کیوں ہٹتا ہے؟ حالانکہ ہٹنے والے کو کافر کہتے ہیں اور صحیح تعلیم ملنے کے بعد بھی جو لوگ عناد پر جمے رہیں ان کا کفر مسلّم ماننا چاہئے تو فرمایا کہ وہ کیوں کافر ہوتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ دنیا کی زیب وزینت کو وہ محبوب ومطلوب بنا دیتے ہیں، آخرت کو بھلا دیتے ہیں تو حق کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں، پھر اتنا ہٹ جاتا ہے کہ اہل حق کا مذاق اڑاتا ہے، ایک کفر لسانی ہے اور ایک کفر اعتقادی، یہ ظاہر کا کفر تو نہیں کرتے لیکن باطنی اعتقادی کافر ہوجاتے ہیں، پابند شرع لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ كَفَرُوْا سے گنگا رام یا لدھا رام مراد نہیں ہے بلکہ الذی لایسلم الاحکام الشرعیۃ (جو احکام شریعت کو تسلیم نہ کریں) اگرچہ اس کا نام محمد دین اور اللہ دین (ہی کیوں نہ) ہو، مسلمان وہ ہے جو احکام الٰہی مانے زبان سے بھی اور اسے عمل میں لائے، اگر دل سے نہ مانے تو بے ایمان ہے اور اگر عمل میں نہ لائے تو فاسق ہے (مومن تو رہے گا)'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۷)

حرم کی عزت وحرمت

''جیسا کہ ۱۹۱۷ء کی لڑائی میں حکم دیا گیا تھا کہ ترکوں پر گولہ باری کرو، حرم شریف پر گولی چلاؤ حالانکہ حرم کی وہ عزت ہے کہ ہم وہاں اپنے باپ کے قاتل کی طرف بھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۶۲)

گاندھی کا حضرات شیخینؓ کو خراجِ تحسین

''اسی طرح گاندھی نے حکومتِ ہند کو کہا تھا کہ'' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح حکومت کرو۔'' گاندھی اپنے اسلاف میں کوئی نمونہ پیش نہ کرسکا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۷۰)

استاد اور مہتمم کے لئے سبق

''اسی طرح استاد یا مہتمم بھی جلد کسی کشیدگی پر طلبہ واساتذہ کا اخراج نہ کرے، کچھ سوچ سمجھ

سے کام لے کر نرمی سے بات کرے، نظام اس طرح تو نہیں چلا کرتے نیز بڑی تدبیر وتحمل اور بڑی دور اندیشی کی ضرورت ہے ہوشیار کے سامنے سانپ مرجاتا ہے لاٹھی نہیں ٹوٹتی، بے وقوف کی لاٹھی ٹوٹ جاتی ہے سانپ زندہ رہتا ہے، اسی طرح ہوشیاری یہ ہے کہ ایک طلاق دے دی جائے، اس میں بیوی کو سوچنے کا موقع مل جائے گا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲،ص ۷۲)

اللہ والے اور کوٹھیوں والے

''اللہ والوں اور علماء کو اللہ تعالی نے بےفکر رکھا ہے، ہمیں یہ پتا نہیں چلتا کہ دن کو آئے گا یا رات میں منی آرڈر سے آئیگا یا لفافہ میں، بےفکر و بےغم ہیں اور کوٹھیوں والوں کے دلوں میں چھلنی سے زیادہ بے اطمینانی کے سوراخ ہوتے ہیں تیقن تام (کامل یقین) چاہئے اور انقطاع عن الخلق واعتماد علی اللہ (اللہ پر مکمل بھروسہ اور مخلوق سے لاتعلقی) بھی'' (تفسیر لاہوری، ج ۲،ص ۸۳)

امیر عبدالرحمٰن کی دوراندیشی

''میں کابل گیا تھا، امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم بہت بڑے سیاستدان اور عقلمند تھے، گلیڈ سٹون کہتا تھا کہ ''میری سیاست ایک بوڑھا سمجھتا ہے۔'' اس سے امیر عبدالرحمٰن مراد لیتے جو کابل میں بیٹھا ہوا ہے ملکہ وکٹوریہ کا مرنا میرے بچپن میں ہوا، اب اس امیر کی سیاست کو دیکھئے کہ پٹھان نوجوانوں کو جدید اشیاء کے سکھانے کے لئے بدترین دشمن انگریزوں کو نوکر رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تک میرے نوجوان کو کام نہیں سکھایا جاتا تب تک چھٹی نہیں دوں گا، اب خواہ مخواہ وہ بیچارے سکھاتے رہتے، غیر ملک میں پھر پٹھانوں میں انگریز کا رہنا شیر کے سامنے بکری کا رہنا تھا، آسان کام نہیں ویسے چار سال میں بھی نہ سکھاتے مفت میں تنخواہ ملتی رہے گی۔ اب چار مہینے میں بھی سکھا جاتے تھے کہ ویسے چھٹی نہ ملتی تھی، امیر عبدالرحمٰن کی مجلس عاملہ میں یہ پاس ہوتا کہ اتنے انگریز رکھیں گے، روپے بھی بیت المال سے دیتے تھے تو پھر مطلب یہ ہے کہ تربیت کے لیے ان بدترین دشمن انگریزوں کو بھی تنخواہ دے کر رکھ لیتے تھے تو غیر ملکی کو تربیت کے لیے رکھنے کے لئے تنخواہ اخراجات خزانہ عامہ سے دینا ہوگا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲،ص ۹۲)

موت اللہ کے اختیار میں ہے

''موت تو تقدیری ہے اور اللہ کے اختیار میں ہے، اگر چاہے تو مچھلی کے پیٹ میں اور دشمن کے گھر میں بھی زندہ رکھ کر پال سکتا ہے اور اگر چاہے تو کوٹھی میں پھول کے اسٹیج پر سوئے کو مار سکتا ہے

چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے تھے کہ ''خالد اور گھر کی موت'' بڑی بڑی صفوں کو چیر کر باہر نکلتے اور اس طرح صفوں کی صفوں کو چیر کر واپس ہو جاتے ایک کافر کو گرفتار کیا تو اس کے ہاتھ میں پوٹلی تھی، فرمایا کیا ہے؟ کافر نے کہا تیرے لیے زہر لایا ہوں اگر موقع ملتا تو کھلاتا، فرمایا اچھا لاؤ، کچھ دعائیں پڑھیں اور زہر پھانک لیا، خالدؓ تو سیف اللہ المسلول ہیں تو موت یہاں بھی آئے گی اور وہاں بھی، اس لیے جہاد سے ڈرو نہیں۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۰۷)

قرض حسنہ کسے کہتے ہیں؟

''قرض حسنہ وہ کہ جب مقروض کو استطاعت ہو جائے تو ادا کر دے یعنی قرضہ حسنہ مقروض کی استطاعت پر مبنی ہوتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۰۷)

قبض وبسط، تنگی وکشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے

''محض جان قربان کرنا کافی نہیں بلکہ روپیہ خرچ کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے، سامان حرب خرید اور دوسروں کو تیاری میں مدد اور خلافت اسلامی کو اپنی تمام دولت نذر کرو، میدان جنگ میں جاتے ہی تمہیں فتح وکامرانی ہوگی، تم غربت وافلاس کا خیال نہ کرو کیونکہ قبض وبسط، تنگدستی وکشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے، یہ بالکل ممکن ہے کہ تمہارے پاس لاکھوں روپیہ ہو مگر اللہ ایسا سامان پیدا کر دے کہ تمام دولت تمہارے لیے بیکار ثابت ہو اور ناداری وتہی دستی کی زندگی بسر کرو اور یہ بھی اس کے اختیار میں ہے کہ غربت کے ایام میں تمہیں ایسی فرحت وشادمانی نوازش کرے کہ بڑے بڑے دولت مندوں کو بھی نصیب نہ ہو لہٰذا یہ خوف نہ کرو کہ ہم کنگال ہو جائیں، اللہ ہی تنگی اور کشائش کرتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۰۷)

پیغمبر اور بادشاہت

''یہ ضروری نہیں کہ ہر پیغمبر بادشاہ بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف پیغمبر تھے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۱۱)

سید احمد شہیدؒ کے ساتھ اپنوں کی غداری

''اپنوں میں سے ہی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، ورنہ باطل طاقت کی کیا جرأت کہ نقصان پہنچائے، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جب بالاکوٹ پہنچتے ہیں تو سکھ مقابلہ سے تنگ آ چکا تھا، آخر ایک مقامی

شخص نے سکھوں کو پہاڑی میں راستہ بتلایا کہ تمہاری کامیابی اس صورت سے ہو سکتی ہے، چنانچہ پہاڑی راستہ سے سکھ گئے تو آخر حضرت کو وہاں شہید کیا گیا اور اس وقت بالاکوٹ شہر سے مرد تمام باہر نکل گئے تھے صرف عورتیں باقی رہ گئی تھیں، اس غرض سے کہ ہم حملہ کے موقع پر یہاں نہ رہنے پائیں.....

من از بیگانگاں ہرگز ننالم　　　که با من هر چه کرد آن آشنا کرد

حضرت مجددی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے خود وہ علاقہ دیکھا ہے جہاں پر نحوست برستی نظر آتی ہے، آج بھی یہی واقعہ ہے(یہ الفاظ استاد صاحب[حضرت لاہوریؒ] کے ہیں) بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے کہ آج بھی نحوست برستی نظر آتی ہے، غرضیکہ گھر کا بیدی غداری نہ کرے تو اسلام کو مخالف سے خطرہ نہیں ہے، اس مذکورہ موقع پر بھی مقامی غدار مخبر کی شرارت ہوئی ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۲۰، ۱۲۱)

خلافتِ کبریٰ

''جس طرح چھوٹے بادشاہوں کو آپس میں لڑنے سے روکنے کے لئے ایک بڑے زبردست طاقتور بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح متبعین مذاہب کی لڑائی کو روکنے کے لیے ایک بہت بڑے زبردست اور طاقتور مذہب کی ضرورت ہے جو مذہبی نقطہ نگاہ سے ہر ایک کا صحیح فیصلہ کر سکے اور ہر ایک مذہب کو اپنے درجہ پر رکھ سکے وہ مذہب اسلام ہے اور اسی کا نام خلافت کبریٰ ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۲۳)

مذہب اور فرنگی تعلیم گاہیں

''آج کل مغربی تعلیم نے ہمیں دینی اور دنیوی بے شمار نقصانات پہنچائے ہیں، یورپ چونکہ لامذہب ہے اس لیے اس کے تمدن وتہذیب اور معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں لامذہبیت کی بو پائی جاتی ہے، ہماری تعلیم کی باگ ڈور مدتِ مدید سے یورپ کے ہاتھ میں چلی آرہی ہے، اس لیے اس نے عام طور پر ہمارے لیے ملحد مزاج دہریت پسند اساتذہ تیار کر رکھے ہیں، ان دہریت پسند اور لامذہب اساتذہ کی صحبت میں رہتے رہتے مسلمانوں میں یہ رنگ آگیا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بکثرت اس خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں جو مذہب سے متنفر ہیں، مذہب کو ایک بے معنی اور لغو چیز خیال کرتے ہیں بلکہ مذہب کو انسانی ترقی کے راستہ میں سنگ راہ سمجھتے ہیں، اس زہریلے تخیل کے نتائج قبیحہ کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے مثلاً نصابِ تعلیم، مذہب سے نفرت، حاملین مذہب سے نفرت، تعلیم گاہ مذہب مثلاً مساجد ومدارس سے نفرت، مذہبی کتابوں سے نفرت، پابندِ مذہب مسلمانوں سے نفرت، رشتہ داروں سے جو مذہبی خیال کے ہوں اس نے نفرت، دراصل ان لوگوں نے مذہب کو سمجھا ہی نہیں،

اگر مذہب کو سمجھتے تو اس سے نفرت نہ کرتے بلکہ مذہب کو اپنے لیے آب حیات خیال کرتے اور اس کے بغیر ایک لمحہ بھی بسر کرنا گوارہ نہ کرتے۔ مذہب ایک فطری چیز ہے، جس طرح بھوک اور پیاس انسان کی فطری چیز ہے کہ کسی معلم کی تعلیم دیئے بغیر انسان خود اپنے اندرونی احساس سے بھوک اور پیاس محسوس کرتا ہے، اسی طرح انسان کسی معلم کی تعلیم کے بغیر اپنے مادرزاد احساس کے ساتھ اس چیز کو محسوس کرتا ہے کہ میرا بنانے والا کوئی ضرور ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۳۳)

قانونِ فطرت

''جو شخص قانونِ فطرت پر عمل نہیں کرتا تو اللہ قانون فطرت کو نہیں توڑتا مثلاً ایک شخص اولاد کا خواہاں ہے لیکن نکاح نہیں کرتا جو حصولِ اولاد کا فطرتی قانون ہے تو اللہ فطرتی قانون کو نہیں بدلے گا کہ بلا نکاح اولاد ہو جائے، اسی طرح ہدایت کیلئے ایک قانون دیا گیا اگر اس پر عمل کرینگے تو ہدایت ہوگی ورنہ نہیں ہوگی کہ اس قانون کے پابند نہ ہوں اور ہدایت ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۵۶)

دیوبندی افراط وتفریط سے بچتے ہیں

''ہمارے اہل حدیث افراط میں ہیں اور بریلوی تفریط میں اور دیوبندی خیر الامور اوسطھا پر گامزن ہیں، ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ دیوبندی کتاب وسنت کے مطابق ہیں کسی کو ہم برا نہیں کہتے، تم بڑوں کا ادب نہیں کرو گے تو تمہارا بھی کوئی ادب نہیں کریگا'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۶۸)

رؤسا کی طرف سے اہل علم کیلئے وظائف

''ہمارے دارالعلوم دیوبند میں بڑے بڑے نواب ورؤسا نظام حیدرآباد وغیرہ جیسے بڑے بڑے وظیفے دیتے تھے اور جن علماء کا وجود ہی تبلیغ دین تھا چاہے وہ باقاعدہ مدرس معلم نہ ہوں ان کو بھی وظیفہ دیتے تھے، ہمارے شیخ التفسیر مولانا (عبیداللہ) سندھیؒ کی بیگم بھوپال سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی اس پر اتنا اثر ہوا کہ دوسو روپے ماہوار ان کو وظیفہ مقرر کیا، سلاطین اسلام اپنا فرض سمجھتے ہیں، علماء دین کی خدمت اور دین کی حفاظت، مولانا (عبیداللہ سندھیؒ) چلے گئے تو دہلی میں مجھے قائم مقام بنا کے چھوڑا، بیگم صاحبہ نے وہ وظیفہ میرے نام منتقل کردیا، انہوں نے ایک عالم بھیجا جو میرے درس میں بیٹھتا اس نے کہا کہ اس کا قائم مقام پڑھا سکتا ہے، جب تک انگریز نے دہلی سے گرفتار نہیں کیا اس وقت تک وہ وظیفہ ملتا رہا، ہم نے بیگم سے کوئی درخواست نہیں کی تھی اس نے خود لحاظ رکھا۔ میرے ہاں یہ احتیاط ہے کہ کسی ایسے امیر، نواب ورئیس سے نہیں لیتا جن کی کمائی میں حرام ہوتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۱۷۱)

مولانا محمد ساجد قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

اسلام: انسانیت کی کامیابی کا ضامن

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے غیر معمولی ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ کیا، اس کے اندر مختلف تقاضے وضروریات رکھیں اوراس کی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا بھی انتظام فرمایا، انسان چونکہ جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے، اس لیے اس کے ساتھ دونوں قسم کی ضرورتیں لگی ہوئی ہیں، جسمانی بھی اور روحانی بھی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لیے وسیع وعریض کائنات پیدا کی اوراس کے لیے مسخر کردیا؛ چنانچہ آسمان وزمین، چاند وسورج، پانی وہوا، بہتے ہوئے سمندر اور دریا اور زمین کے مادی ذخائر وغیرہ سب کے سب انسان کیلئے پیدا کیے، اسے یہ صلاحیت دی کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور اپنی جسمانی ومادی ضروریات کی تکمیل کرے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت پوری کرنے کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا؛ چنانچہ حضرت آدم، نوح، حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، داود، سلیمان، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اس سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت کی تکمیل کیلئے بھیجا، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا پیغام دے کر بھیجا، پیغام یہ تھا کہ انسان کو خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دیں، اسے اسکی زندگی کا نصب العین بتائیں اوراسے اس کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ کریں۔تمام انبیاء نے خدا کا پیغام اپنی قوموں کو پہنچایا لیکن تمام قوموں کا خدائی پیغام کے تئیں ردعمل انتہائی غیرمناسب رہا، انھوں نے انبیا کی تکذیب کی، ان کا مذاق اڑایا اوران سے عذاب کا مطالبہ کیا، انبیا کے مشن کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی نافرمان قوموں کوایک ایک کرکے ہلاک کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کومبعوث فرمایا، آپ پر انبیاء کی بعثت کا سلسلہ ختم ہوگیا، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ پر آخری کتاب نازل فرمائی، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی، آپ کے لائے ہوئے خدائی پیغام کواسلام کہا جاتا ہے، یہ آخری پیغام ہے، یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہے، اس میں پوری انسانیت کے لیے

فلاح وکامرانی کی ضمانت ہے۔ دنیوی فلاح وکامرانی بھی اوراخروی بھی۔

اسلام ایک دین کامل اور مکمل دستورِ حیات ہے، انسانی زندگی سے متعلق اس میں واضح تعلیمات وہدایات موجود ہیں اوراس میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل بھی موجود ہے، اسلام نے انسانی تاریخ میں غیرمعمولی انقلاب برپا کیا، اسلامی تاریخ اس کی شاہد ہے، اسلام نے تقریباً تیرہ صدیوں تک انسانیت کی قیادت کی، اس کی قیادت کا دور پوری انسانیت کیلئے خیر کا دور تھا، نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیرمسلموں کوبھی اس کی قیادت وحکمرانی کے زمانے میں مکمل آزادی، حقوق اور امن وامان حاصل رہا، دیگر اقوام کے ساتھ رواداری وخیرخواہی کی جو مثالیں دوراسلام میں ملتی ہیں، وہ نہ اس سے پہلے ملتی ہیں، نہ اس کے بعد، لیکن بدقسمتی سے عالمی قیادت اسلام کے بجائے مغربی اقوام کے ہاتھوں میں پہنچی، ۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا، اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغربی حکومتوں کے زیرتسلط آتے چلے گئے اور پوری دنیا پر مغربی تہذیب کا تسلط ہوگیا چونکہ دنیا کے بہت سے ممالک مغربی حکومتوں کی نوآبادیات میں شامل تھے، اس لیے ان میں مغربی طرزِ زندگی بڑی تیزی سے پھیلا، اسی طرح صنعتی اور تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے بھی مغربی طرزِ زندگی اور مغربی تہذیب کے پوری دنیا میں پھیلنے میں زبردست کردار ادا کیا۔

مغربی تہذیب ایک خالص مادی تہذیب ہے، اس کے تمام فلسفے ونظریات مادی ہیں، اس تہذیب کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں خدا کا کوئی تصور ہے نہ آخرت کا اور نہ اس میں انسان کی روحانی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا کوئی سامان ہے چونکہ یہ خالص مادی تہذیب ہے، اس لیے اس میں تمام انسانی سرگرمیوں کا محور دنیاوی منافع، مادی وسائل اور اعلیٰ معیارِ زندگی کا حصول ہے، انسان کے لیے اپنی مادی ہوس پوری کرنے کیلئے اس میں حدود ہیں اور نہ بندشیں، اس تہذیب کے زیراثر انسان اپنے مقصدِ زندگی سے ناواقف ہے اوراس وسیع وعریض کائنات کی مقصدیت سے بھی نابلد ہے، وہ داخلی بے چینی اور ناصبوری وناشکیبائی کا شکار ہے، اس کا خاندانی نظام درہم برہم ہورہا ہے، اس تہذیب کا ایک اہم حصہ جدید دریافتیں ہیں جو دریافتیں انسانیت کے لیے مفید ہیں، وہ یقیناً قابلِ قدر ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی دریافتوں کا استعمال غلط ہورہا ہے، اسی کے ساتھ تباہ کن جدید ہتھیار بھی اسی تہذیب کی دین ہیں، اس نے تباہ کن ہتھیاروں اور زہریلی گیسوں کی شکل میں انسانیت کی خودکشی کا سامان بہم پہنچایا ہے نیز لہوولعب کے نت نئے سامان آرہے ہیں، جنہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لہوولعب ہی مقصدِ زندگی ہے، جس وقت عالمِ اسلام پر مغربی تہذیب کی یلغار ہوئی، اس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ عالمِ اسلام میں ایک ایسا طبقہ کھڑا ہوتا، جسے ایک طرف تو اسلام کی صلاحیت اور آفاقیت پر پورا یقین ہوتا اور دوسری مغربی علوم اور فلسفوں پر استاذانہ نظر ہوتی، یہ طبقہ مغربی تہذیب کا بے لاگ

تنقیدی جائزہ لیتا، اسکے مفید اور مضر پہلوں کی نشاندہی کرتا اور ان علوم اور فلسفوں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جو اسلام کے فکری نظام سے ہم آہنگ ہیں اور ان افکار ونظریات کا بھی تعین کرتا جو اسلامی عقائد سے متصادم ہیں، لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر ایسا نہ ہوسکا، ایک وجہ اس تہذیب سے غیر معمولی مرعوبیت تھی، جس وقت عالم اسلام میں مغربی تہذیب کی آمد ہوئی؛ چونکہ یہ ایک تازہ دم اور طاقت ور تہذیب تھی اسلئے اس سے مرعوبیت عام تھی۔ ایسا کوئی طبقہ تیار نہ ہوسکا جو اس کا تنقیدی جائزہ لیتا، اس کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتا، اسلامی ممالک کے لیے لائحہ عمل تیار کرتا جس میں ایک طرف مکمل اسلامی روح ہوتی اور دوسری طرف مغرب کے مفید علوم بھی ہوتے، دوسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ عالم اسلام مغربی حکومتوں کی نوآبادیات بن چکا تھا؛ اسلئے اسلامی حکومتوں کا اس کے مقابلے میں کوئی ٹھوس موقف اختیار کرنا ممکن نہ رہا، تیسری وجہ یہ ہے کہ خود عالم اسلام میں مغربی تہذیب کا ایک نمائندہ طبقہ پیدا ہوگیا، یہ تھا مغربی تعلیمیافتہ طبقہ، اس نے مغربی طرز زندگی کو نہ صرف اپنایا بلکہ جدت پسندی کے نام پر اسکی دعوت دی اور اپنے دائرۂ اختیار میں اسے نافذ بھی کیا، اس طبقے نے ہر مغربی چیز کو مقدس سمجھ کر اپنانا شروع کردیا؛ چنانچہ انگریزوں کی طرح کتا پالنا، کوٹ پینٹ پہننا، ٹائی لگانا اور اسلام زبان کے رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط اپنانے کو ترقی کی معراج سمجھا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی جدت پسندی کی تحریک کو دیکھ کر کہا تھا......

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدید　　　مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

استعماریت کا دور ختم ہوا، اسلامی ممالک کو بھی مغرب کے سیاسی استعمار سے آزادی ملی لیکن وہ مغرب کی فکری غلامی میں آج بھی جکڑے ہوئے ہیں، وہاں مغربی طرز حکومت، مغربی نظام تعلیم اور مغربی طرز زندگی رائج ہے، مغرب کی سیاسی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد بھی وہ نہ صحیح اسلامی حکومت قائم کرسکے، نہ ہی اپنا مستقل نظام تعلیم تشکیل دے سکے اور نہ اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں پر ڈھال سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں مادیت کا سیلاب دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے، اسلامی روح رفتہ رفتہ نکلتی چلی جارہی ہے اور مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات تیزی سے پھیلتے جارہے ہیں۔

آج پوری انسانیت مغربی تہذیب کے اثرات بد سے تباہی کے دہانے پر ہے، اگر انسانیت فلاح وکامرانی چاہتی ہے تو اسے اسلام کی طرف لوٹنا ہوگا، زندگی کے مختلف میدانوں میں اس کی رہنمائی لینی ہوگی، انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی، زمام قیادت اسلام کے ہاتھ میں دینی ہوگی، انسان خدا کی مخلوق ہے اور اسلام خدا کا قانون ہے، خدا کی مخلوق کے لیے خدا کا ہی قانون موزوں ہے، اس قانون اور نظام کے سامنے انسانوں کے خودساختہ نظام ہائے زندگی اور قوانین ناقص اور بونے ہیں، یہی واحد نظام ہے جو انسانیت کی فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی *

اسلامک فنانس اور معیشت کی اسلامائزیشن کی آڑ میں کرپٹو کرنسی کے حامیوں کا طریقہ واردات

ابھی حال ہی میں وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے سود کے معاملے پر حکومتِ پاکستان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ پانچ سال کی مدت میں ملکی معیشت کو سود سے پاک کر کے غیر سودی اسلامی نظامِ معیشت قائم کرے،وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے پر پاکستان کے عوام اور علمائے کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ اب ان شاء اللہ پاکستان کو سودی بینکاری کے نظام سے نجات دلائی جائے گی اور معیشت کی اسلامائزیشن کی جائے گی، اسی تناظر میں کراچی میں حرمتِ سود سیمینار کا انعقاد ہوا، اس حد تک یہ یقیناً خوش آئند بات ہے،قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے'' (البقرہ:۲۷۵) اس تناظر میں علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی پوری توجہ اس سودی نظام کو ختم کرنے کی طرف ہے اور مبینہ طور پر اس کے متبادل نظام یعنی غیر سودی اسلامی نظامِ معیشت کو عملی طور پر نافذ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

البتہ تشویش کی بات یہ ہے کہ اسلامک فنانس اور معیشت کی اسلامائزیشن کی آڑ میں کرپٹو کرنسی کے حامی اور فروغ دینے والے حلقے اب بہت تیزی سے سرگرمِ عمل ہو گئے ہیں، گو کہ یہ حضرات پہلے بھی بہت کوششیں کرتے رہے ہیں مگر اس نازک مرحلہ یعنی غیر سودی اسلامی نظامِ معیشت کو عملی طور پر نافذ کرتے وقت جو بنیادی ذہن سازی وہ کر رہے ہیں وہ یہ کہ کرپٹو کرنسی بیع اور تجارت کی ایک شکل ہے، یہ سودی نظام کا متبادل ہے اور اسلامی معیشت میں کرپٹو کرنسی کو بطور آلہ مبادلہ کے استعمال کیا جاسکتا ہے،یہ تشویش مزید گہری ہوجاتی ہے جب کچھ حکومتی کمیٹیوں،شریعہ ایڈوائزری کمیٹی کے ممبران اور مختلف مالیاتی اداروں اور بینکوں کے شریعہ ایڈوائزری بورڈز میں ایسے مفتیانِ کرام

* لیکچرر، ملسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

موجود ہیں جو کہ کرپٹو کرنسی کے پروپیگنڈہ کے زیر اثر ہیں اور بہت ہی شد و مد کیساتھ پارٹی بن کر کرپٹو کرنسی کے جواز کی تحریک چلا رہے ہیں، راقم کی یہ تشویش محض ذہنی اختراع نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک پس منظر ہے جس کو ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے جس کی کچھ تفصیلات تمہیداً پیش کیے دیتا ہوں۔

حال ہی میں ایک صاحبِ علم کی جانب سے یہ کہا گیا کہ ان کو سن ۲۰۱۶ میں تخصص کرتے وقت امریکی پروفیسر چارلس ایوان کا تحقیقی مقالہ [۱] بعنوان ''اسلامک بینکنگ اور فنانس میں بٹ کوائن'' Bitcoin in Islamic Banking and Finance جو کہ سن ۲۰۱۵ء میں جرنل آف اسلامک بینکنگ اور فنانس میں چھپا تھا، حوالے کیا گیا تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے کرپٹو کرنسی پر اپنی تحقیق شروع کی پھر اسی تحقیقی مقالے کی بنیاد پر سن ۲۰۱۸ میں ایک فقہی مقالہ لکھا گیا اور پھر پاکستان کے اندر کرپٹو کرنسی کے جواز کے حوالے سے ایک نئی بحث چھیڑ دی گئی اور بہت زور و شور کے ساتھ کرپٹو کرنسی کی ترویج و اشاعت پر کام شروع ہوا، بنیادی طور پر مدارس کے نوجوان علمائے کرام اور خاص طور پر اسلامک فنانس کے شعبے میں کام کرنے والے مفتیانِ کرام کو کرپٹو کرنسی کے جواز پر قائل کرنے کی سرتوڑ کوششیں کی گئیں، اسی تناظر میں اسلامک فنانس اور معیشت کی آڑ میں ایک پوری کھیپ ایسے علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی تیار کی گئی جن کو یہ باور کروایا گیا کہ اصل نجات کرپٹو کرنسی کو اختیار کرنے میں ہی ہے اور یہ مروجہ سودی بینکاری نظام کے خلاف ایک مضبوط نظام ہے، اگر بات کچھ علمائے کرام تک محدود ہوتی تو سمجھ میں آتی مگر کچھ ادارے بھی کرپٹو کرنسی کے جواز کے قائل حضرات کی پشت پناہی کرنے لگے اور ایسے لوگوں کو اسلامی تحقیق کے نام پر اپنے اداروں میں پہنچے دیا گیا اور پھر انہی لوگوں نے ان اسلامی اداروں میں کئی سالوں تک کرپٹو کرنسی سے متعلق دیگر لوگوں کی ذہن سازی کی، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب علم ہوگیا کہ کرپٹو کرنسی جوا اور سٹے بازی کی بدترین شکل ہے تو ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی اور ادارہ جاتی سطح پر ان حضرات کے ایجنڈے کو مزید پہنچے نہ دیا جاتا مگر معاملہ تا حال اس کے برعکس ہے مگر ہم اللہ رب العزت کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ ان شاء اللہ حق غالب ہوکر رہے گا اور کرپٹو کرنسی کے اس ہندسوں کے گورکھ دھندے اور قمار بازی کی خطرناک نئی شکل سے امتِ مسلمہ کو نجات ملے گی۔ (آمین)

دیکھیے یہ سب کچھ الزام تراشیاں نہیں ہیں اور نہ ہی ہم ایسے نوجوان مفتیانِ کرام کے اخلاص پر کوئی شبہ کرتے ہیں مگر صورتحال یہ ہے کہ ان نوجوان مفتیانِ کرام کی اس حد تک ذہن سازی کی گئی ہے کہ اگر ان کے سامنے کوئی سائنسدان صحیح بات پیش کرتا ہے تو وہ ان باتوں کو قبول نہیں کرتے

بلکہ ایسے سائنسدانوں اور معاشی ماہرین پر یہ تنقید شروع کردیتے ہیں کہ یہ سائنسدان امتِ مسلمہ کو سودی نظام، عالمی معاشی اداروں کی اجارہ داری، اور یہودی نظام کے مخالف نظام کو اپنانے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

پھر انہی کچھ کرپٹو کرنسی کے حامی حضرات نے یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی کہ کرپٹو کرنسی ایک بہت مشکل تکنیکی مضمون ہے اور پرانے طرز خیال رکھنے والے مفتیانِ کرام کی سوچ وفکر اس تک نہیں پہنچ سکتی کہ وہ کرپٹو کرنسی کی مبادیات کو بھی سمجھ سکیں اور نہ ہی ان مفتیانِ کرام میں ایسے جدید موضوعات کو سمجھنے کی صلاحیت ہے،اسی فکر کو مزید پر اثر کرنے کے لئے ایسے نوجوان مفتیانِ کرام کو خاص طور پر اپنا ہم خیال بنایا گیا جن کو انگریزی زبان پر بھی عبور تھا جو میڈیا سے بھی وابسطہ تھے اور اسلامی معیشت، ڈیجیٹل فنانس اور عصری علوم پر بھی کام کررہے تھے،اس پروپیگنڈہ کا اتنا اثر ہوا کہ سوشل میڈیا پر کچھ مشہور مفتیانِ کرام نے کرپٹو کرنسی کے جواز کا فتوی بھی جاری کردیا،نتیجتاً پاکستان کے نوجوان بے دریغ کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری کرنے لگ گئے، بات اسی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ کچھ اداروں میں کرپٹو کرنسی کے حامی لوگوں نے نئی ٹیکنالوجی کو مفتیانِ کرام کو متعارف کروانے کی آڑ میں (تاکہ مفتیانِ کرام مسئلہ کی ماہیت کو سمجھ کر اس کی فقہی تکییف کرسکیں) ایسے کورسس بھی متعارف کروائے جن میں کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت اور اس کے ذریعے سے پیسہ کمانے کو نوجوان علمائے کرام کو سکھایا گیا اور ایسے ہزاروں نوجوان علمائے کرام کیلئے ٹیلی گرام، واٹس اپ اور فیس بک گروپ بنائے گئے جن میں ان حضرات کو کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری کرکے پیسہ بنانے کا طریقہ سکھایا گیا، جب ایسے کچھ علمائے کرام سے رابطہ کیا گیا جو اس پروپیگنڈہ کے زیرِ اثر آگئے تھے تو جن حضرات کے کرپٹو کرنسی سے مفاد وابسطہ نہیں تھے، انہوں نے تو کرپٹو کرنسی کی ماہیت کو سمجھنے کے بعد نہ صرف یہ کہ اپنے جواز کے فتوی سے رجوع کرلیا الحمدللہ بلکہ انہوں نے اس کاوش کو بھی سراہا کہ ان تک کرپٹو کرنسی کی صحیح تکنیکی تفصیلات پہنچائی گئیں، البتہ کئی سالوں کے اس وسیع اور منظم پروپیگنڈہ کا یہ اثر ہوا کہ پورے پاکستان کے علمائے کرام تین حصوں میں بٹ گئے، اول وہ علمائے کرام جنہوں نے کرپٹو کرنسی کے جواز کی رائے اختیار کی اور ان میں خاص طور پر نوجوان متخصص علمائے کرام کی بہت بڑی تعداد شامل تھی، دوم اور سوم وہ جید مفتیانِ کرام ہیں جن کے تقویٰ وفراست اور فقہی بصیرت نے ان کو مدد فراہم کی کہ وہ اس طریقہ واردات کو بھانپ جائیں اور ان میں سے دوم کیٹیگری نے کرپٹو کرنسی سے متعلق توقف کی رائے اختیار کیا تاآنکہ اس پروپیگنڈہ کی دھند چھٹ جائے اور سوم

کیٹیگری وہ جید مفتیانِ کرام تھے جنہوں نے اپنے طور پر کرپٹو کرنسی کے نظام کو سمجھا اور پھر اس کے عدم جواز پر فتوی جاری کیا۔

اسی اول کیٹیگری میں جو نئے نوجوان مفتیانِ کرام تخصص سے فارغ ہوئے انہوں نے اپنے اداروں میں اور اپنی سطح پر کرپٹو کرنسی کی ترویج و اشاعت شروع کی کیونکہ ان تمام حضرات پر یہ باور کروایا گیا تھا کہ کرپٹو کرنسی سودی نظام کے خلاف لائی گئی ہے جو عالمی معاشی اداروں کی اجارہ داری ختم کرتی ہے اور معاشرے میں معاشی مساوات پیدا کرتی ہے،ان کو مزید تقویت دینے کیلئے کچھ خودساختہ کمپیوٹر ماہرین کے ذریعے ان حضرات پر مزید پروپیگنڈہ کروایا گیا اور یہ باور کروایا گیا کہ کرپٹو کرنسی ہی مستقبل ہے پھر اس بات کو مزید تقویت دینے کیلئے عصری علوم کے اداروں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی معیشت سے متعلق ماہرین اور پروفیسر حضرات کے ذریعے سے نہ صرف یہ کہ کرپٹو کرنسی کو سپورٹ کیا گیا بلکہ ان نوجوان مفتیانِ کرام کو یہ بھی باور کروایا گیا کہ آپ کی یہ سوچ اور فکر درست ہے اور یہ سب کچھ ایک وسیع اور منظم پروپیگنڈہ کے ذریعے کیا گیا۔ نیز اسی تناظر میں کئی نوجوان مفتیانِ کرام کو عصری علوم و اسلامک فنانس کے مختلف موضوعات پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی تفویض کی گئیں، اب موجودہ صورتحال یہ ہے کہ نوجوان مفتیانِ کرام کی ایک پوری کھیپ تیار ہوچکی ہے جو کہ کرپٹو کرنسی کو اسلام معاشی نظام کی اساس سمجھتی ہے اور ان کی سائنسی استعداد ہی بننے نہیں دی گئی کہ وہ صحیح رخ پر اور معیاری سائنسی تحقیق کرسکیں ،الا ماشاء اللہ۔

عالمی تناظر میں کئی اسلامی ممالک میں کرپٹو کرنسی کو اسلامی معیشت کیساتھ جوڑا گیا ہے اور چونکہ عالمی سطح پر اسلامی ممالک میں سائنسی تحقیق کا فقدان ہے اور ایسے محققین و سائنسدان کمیاب ہیں جو کہ عالمی سطح پر مانے جاتے ہوں لہٰذا خاص طور پر اسلامی ممالک میں پروپیگنڈہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سائنسدانوں اور محققین سے رجوع کیا جاتا جو کہ عالمی سطح پر کمپیوٹر سائنس، بلاک چین اور کرپٹو کرنسی کے موضوع پر ماہر مانے جاتے ہیں،اس کے برعکس نوجوان مفتیانِ کرام کو ٹارگٹ کیا گیا اور انکے ذریعے سے کرپٹو کرنسی کو اسلامی بینکنگ اور معیشت کیساتھ جوڑا گیا۔

اب ہم امریکی پروفیسر چارلس ایوان کے اس تحقیقی مقالہ بعنوان اسلامک بینکنگ اور فائنانس میں بٹ کوائن Bitcoin in Islamic Banking and Finance (جو کہ سن ۲۰۱۵ء میں جرنل آف اسلامک بینکنگ اور فنانس میں چھپا تھا) کی طرف آتے ہیں جس کی بنیاد پر پاکستان کے تناظر میں کرپٹو کرنسی کے جواز کی بنیادیں استوار کی گئیں،راقم چونکہ دنیا کے ایک فیصد بہترین سائنسدانوں میں شامل ہونے

کا اعزاز رکھتا ہے لہٰذا نہ صرف یہ کہ راقم کو سائنسی تحقیق سے متعلق وسیع تجربہ ہے بلکہ دنیا کے بہترین سائنس جرائد کے اندر کلیدی ایڈیٹوریل عہدوں پر بھی فائز ہے، اس کے علاوہ راقم پچھلے کئی سالوں سے سائنسی اصولِ تحقیق اور سائنسی اخلاقیات بھی ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کے طلباء کو بطور مضمون پڑھا رہا ہے، اس مضمون کی تدریس میں ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کے طلبائے کرام کو جب سائنسی تحقیق کرنا سکھائی جاتی ہے تو سب سے پہلا درس جو دیا جاتا ہے وہ یہ کہ طلبائے کرام نے معیاری سائنسی تحقیق پڑھنی ہے اور معیاری سائنسی تحقیق ہی کرنی ہے، سائنسی تحقیق شروع کرتے ہوئے جو بنیادی سوالات کے جوابات ڈھونڈنے ہوتے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- ☆ جو سائنسی مقالہ پڑھا جارہا ہے وہ کس سائنسی جریدے میں چھپا ہے؟
- ☆ جو تحقیقی مقالہ پڑھا جارہا ہے اس میں کس معیار کی تحقیق پیش کی گئی ہے؟
- ☆ اس تحقیقی مقالہ میں سائنسی اصول وضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ نہیں؟
- ☆ اس سائنسی جریدے کا عالمی سائنسی دنیا میں کیا معیار ہے؟
- ☆ اس سائنسی جریدے کا امپیکٹ فیکٹر کتنا ہے؟
- ☆ اس سائنسی جریدے میں کس معیار کے تحقیقی مقالے چھپتے ہیں؟
- ☆ یہ سائنسی جریدہ کس سائنسی پبلشر کے نظم کے تحت شائع ہورہا ہے؟
- ☆ اس پبلشر کی اپنی وقعت سائنسی دنیا میں کیسی ہے؟
- ☆ اس سائنسی جریدے کے ایڈیٹوریل بورڈ میں کس معیار کے سائنسدان اور محققین شامل ہیں؟
- ☆ اس مقالے کو لکھنے والے محقق اور سائنسدان کا خود عالمی سائنسی دنیا میں کیا مقام ہے؟
- ☆ وہ کسی ادارے سے منسلک ہے؟
- ☆ اس موضوع پر وہ کتنی مہارت رکھتا ہے، اس سے پہلے وہ اس موضوع پر کتنے تحقیقی مقالے لکھ چکا ہے؟
- ☆ اس سائنسدان اور محقق نے کس سائنسدان کی سرپرستی میں پی ایچ ڈی کی اور کس یونیورسٹی سے اس نے پی ایچ ڈی کی؟
- ☆ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد تدریس و تحقیق سے وابستہ ہونے کے بعد اس سائنسدان اور محقق نے

کتنی تحقیق اور کس معیار کی تحقیق کی؟

اب جب اس طرح کے سوالات کے جوابات ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کرنے والے طلباء کو ڈھونڈنے آجاتے ہیں تو ان میں یہ سائنسی استعداد اور صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ کسی بھی تحقیقی مقالہ کو پڑھ کر اس بات کی نشاندہی کرسکتے ہیں کہ وہ تحقیقی مقالہ کس معیار کا ہے؟ اور اس کی سائنسی اہمیت کتنی ہوگی ؟ اور پھر اسی بنیاد پر وہ خود اچھی اور معیاری سائنسی تحقیق کرنا سیکھتے ہیں اور پھر نتیجتاً اچھی اور معیاری سائنسی تحقیق مزید پروان چڑھتی ہے اور پھر ایسی سائنسی تحقیق انسانیت کیلئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے، جب ہم سن ۲۰۱۵ء میں چھپنے والے پروفیسر چارلس ایوان کے اس تحقیقی مقالے کا سائنسی طور پر جائزہ لیتے ہیں یعنی اوپر پیش کئے گئے سوالات کے جوابات ڈھونڈتے ہیں تو کئی چونکا دینے والے حقائق سامنے آتے ہیں۔

سب سے اہم بات یہ کہ پروفیسر چارلس ایوان کا یہ تحقیقی مقالہ انتہائی غیر معیاری سائنسی جریدے میں چھپا ہے اور سائنسی دنیا میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ یہ سائنسی جریدہ ۲۲۰ امریکی ڈالر[۲] لے کر غیر معیاری مقالے بھی چھاپ دیتا ہے جوکہ پروفیسر چارلس ایوان کے مقالے کو پڑھنے سے ہم پر عیاں ہے کہ یہ مقالہ غیر معیاری ہے، اس طرح کے سائنسی جرائد کی پوری ایک کھیپ دنیا میں موجود ہے جوکہ پیسے لے کر غیر معیاری سائنسی مقالے عالمی سطح پر چھاپ دیتی ہے، دیکھئے! ہم قطعاً یہ نہیں کہہ رہے کہ Fee Charing Open Access Journals پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تمام سائنسی جرائد غیر معیاری ہوتے ہیں بلکہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پیسے لے کر بہت سارے سائنسی جرائد غیر معیاری سائنسی مقالے چھاپ دیتے ہیں اور اگر ہم سائنسی شعبے میں کام کررہے ہیں تو ہمیں اس طرح کے غیر معیاری پیسوں والے سائنسی جرائد کی نشاندہی کرنی آتی ہو اور اس طرح کے جرائد کو جعل ساز جرائد یعنی پری ڈیٹری جرائد Predatory Journals کہا جاتا ہے اور اس کی پوری فہرست موجود ہے، اسی وجہ سے صرف اچھے معیار والے سائنسی جرائد میں ہی چھاپنا چاہیے، اس جریدے کی کلیریٹیو Clarivate Journal Citation Report میں بھی انڈیکسنگ نہیں ہے جوکہ عالمی سائنسی جرائد کے معیارات متعین کرتا ہے، حد تو یہ ہے کہ پاکستان کے ہائر ایجوکیشن کمیشن (ایچ ای سی) کی سائنسی جرائد کی رینکنگ کے اندر بھی اس جریدے کا شمار نہیں ہوتا۔

اسی تحقیقی مقالے پر پروفیسر چارلس ایوان کی وابستگی بیری یونیورسٹی امریکہ میں موجود ایک کیتھولک یونیورسٹی سے کی گئی ہے[۳-۴] البتہ انٹرنیٹ پر اور یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر ان کے نام پر کوئی

سائنسی تحقیقی مواد ہمیں نہیں ملا، یہ کافی حد تک تشویشناک بات ہے کیونکہ سائنسدان اور محققین اپنے سائنسی تحقیقی کاموں کی وجہ سے جانے جاتے ہیں اور یہ ساری معلومات انٹرنیٹ پر بآسانی مل جاتی ہیں نیز ان کا عالمی سائنسی دنیا میں کوئی قابل مقام نہیں ہے، محض کسی عالمی جریدے میں مقالہ چھاپ دینا پیسے دیکر اور انگریز نام ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ جو مقالہ لکھا گیا، جہاں پر چھپا، اور جس نے لکھا وہ سب سائنسی طور پر درست ہیں لہٰذا کسی کی تحقیق کی بنیاد اگر ایسے غیر معیاری مقالہ پر رکھی گئی ہے تو وہ بنیاد ہی غیر معیاری اور غیر سائنسی ہے، ہم ایک اصطلاح استعمال کرتے ہیں گی گو یعنی GIGO جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کچرا ڈالا جائے گا تو کچرا نکلے گا اور اس کا مفہوم اس طرح لیا جاسکتا ہے کہ اگر ہم معیاری سائنسی تحقیق پڑھیں گے تو ہماری سائنسی بنیاد بھی مضبوط ہوگی اور اس سے سائنسی استعداد بھی بڑھے گی، اگر ہم غیر معیاری سائنسی مقالہ جات پڑھیں گے اور انہی غیر معیاری سائنسی جرائد میں چھاپیں گے تو ہم عالمی سطح پر اپنی لوہا سائنس میں نہیں منوا سکیں گے۔

اب ہم قارئین کی خدمت میں پروفیسر چارلس ایوان کے اس تحقیقی مقالے کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، اس سے آپ خود ہی اندازہ لگالیجئے کہ کس طریقے سے خاص اسلامی فقہی اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے کرپٹو کرنسی کے بارے میں اسلامک فائنس اور بینکنگ کے حلقوں میں اثر انداز ہونے کی کوشش کی گئی ہے، ان چند اقتباسات کا ترجمہ اور مفہوم درج ذیل ہے۔

It concludes that Bitcoin or a similar system might be a more appropriate medium of exchange in Islamic Banking and Finance than riba-backed central bank fiat currency, especially among the unbanked and in small-scale cross-border trade.

اس تحقیقی مقالہ میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اسلامک بینکنگ اور فائنس کے نظام میں مروجہ کاغذی کرنسی (جو کہ سینٹرل بینک جاری کرتا ہے اور جس کی بنیاد ربا ہے) کے مقابلے میں بٹ کوائن یا اس جیسا نظام ایک مناسب آلہ مبادلہ ہوسکتا ہے، خاص طور پر ان لوگوں کیلئے جو بینک پر انحصار نہ کرتے ہوں اور چھوٹے پیمانے پر کراس باڈر تجارت کرتے ہوں۔

XBT is free of riba, whereas fiat is lent into existence in exchange for riba.

ایکس بی ٹی (بٹ کوائن) ربا سے پاک ہے جبکہ فیاٹ کرنسی ربا کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔

With regard to risk-sharing and cost sharing, at its foundation Bitcoin operates according to musharakah, in which 'miners' operate as general partners in loose confederation, who share the costs and benefits of maintaining the system.

جہاں تک رسک کے اشتراک اور لاگت کے اشتراک کا تعلق ہے، بٹ کوائن بنیادی طور پر مشارکہ کے تحت کام کرتی ہے جس میں مائنرز عمومی شراکت داری کے تحت کام کرتے ہیں جو کہ لاگت اور فوائد کو آپس میں بانٹتے ہیں تا کہ نظام برقرار رہے۔

Bitcoin incorporate the principles of maslaha (social benefits of positive externalities) and mutual risk-sharing (as opposed to risk-shifting).

بٹ کوائن میں مصلحہ (سماجی فوائد) اور باہمی رسک شیئرنگ (رسک دوسروں پر ڈالنے کے برعکس) کے اصول شامل ہیں۔

The executives of a group of Islamic Banks either an affiliated group or a loose confederation could organize a virtual currency exchange under the principal of musharakah, in order enable those banks' customers to buy and sell XBT efficiently, in order to transfer value amongst themselves and to bypass the inefficiencies of the status quo banking system.

اسلامی بینکوں کے ایگزیکٹوز، مشارکہ کے اصول کے تحت ایک ورچول کرنسی ایکسچینج بنا سکتے ہیں تا کہ ان اسلامی بینکوں کے صارفین موثر طریقے سے بٹ کوائن کی خرید وفروخت کرسکیں اور قدر کو ایک دوسرے تک منتقل کرسکیں اور جو مروجہ اسٹیٹس کو بینکنگ نظام میں خرابیاں ہیں، ان سے بچ سکیں۔

دیکھئے! صرف اس تحقیقی مقالے میں ایک شوشہ چھوڑ دیا گیا کہ بٹ کوائن اسلامی معاشی نظام کے تحت آلہ مبادلہ کے طور پر کام کرسکتا ہے، جبکہ اس بات کے کوئی سائنسی شواہد اور دلائل فراہم نہیں کئے گئے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مضبوط سائنسی دلائل اور شواہد کی بنیاد پر ثابت کیا جاتا کہ کیوں بٹ کوائن سود اور ربا کے بالکل مخالف ہے اور کیسے یہ آلہ مبادلہ کے طور پر کام کرسکتا ہے؟

قارئین! یہ بات یاد رکھیں کہ یورپی یونین کی اقتصادی اور مالیاتی امور کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ یورپین پارلیمنٹ میں جمع کروائی ہے جس میں عالمی معاشی ماہرین کے مطابق ڈیجیٹل کرنسیوں کو بطور آلہ مبادلہ Medium of Exchange استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے[5] نیز کرپٹو کرنسیوں کو بطور قدر شمار کرنے کے Unit of Account استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے،خلاصہ یہ کہ کرپٹو کرنسیاں، کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا نہیں اترتیں،ایک اور سائنسی تحقیق کے مطابق بٹ کوائن کو بطور کرنسی استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے،تقریباً دو سے پانچ فیصد لوگوں نے بٹ کوائن کو چیزوں اور اشیاء کی خریداری کیلئے استعمال کیا جبکہ پچانوے فیصد لوگوں نے اس کو بطور سرمایہ کاری کے استعمال کیا[6]،یورپی سپروائزری اتھارٹیز صارفین کو خبردار کرتی ہیں کہ بہت سے کرپٹو اثاثے انتہائی رسکی اور سٹے بازی یعنی قیاس آرائی پر مبنی

ہیں، یہ زیادہ تر ریٹیل صارفین کے لیے بطور سرمایہ کاری یا ادائیگی یا تبادلے کے لئے موزوں نہیں ہیں[7]۔

عالمی معاشی ماہرین نے کئی سائنسی تحقیقات کیں ہیں جن کے اندر اس بات کا تجزیہ کیا ہے کہ بٹ کوائن کرپٹوکرنسی دیگر کرنسیوں اور اثاثوں کے مقابلے میں کیسی ہے۔ایک سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ بٹ کوائن سونا Gold اور امریکی ڈالر US Dollar اور دیگر اثاثوں سے کسی طرح بھی مماثلت نہیں رکھتا[8]،ایک دوسری سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ دیگر اقسام کے دیگر روایتی اثاثوں جن میں قیمتی دھاتیں، کرنسی، بونڈ وغیرہ (Currency, Metal, Equity, Energy, Bond) کے مقابلے میں کرپٹوکرنسی ہرگز مماثلت نہیں رکھتی اور بہت زیادہ ریٹرن دیتی اور اتار چڑھاؤ بہت زیادہ ہے[9]۔

جب ہم پروفیسر چارلس ایوان کے تحقیقی مقالہ میں کئے گئے دعوؤں پر غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ یہ دعوے بالکل بے بنیاد ہیں اور اسی وجہ سے دنیا بھر کے عالمی معاشی ماہرین اور سائنسدان اس طرح کے دعوں کو تسلیم نہیں کرتے، انہی سائنسی طور پر بے بنیاد دعوؤں کی وجہ سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کیوں دنیا کے بہترین سائنسی جرائد میں اس تحقیقی مقالے کو نہیں چھاپا گیا اور کیوں ایک ایسے جریدے میں چھاپا گیا جس کی کوئی سائنسی اہمیت نہیں ؟حتی کہ ایچ ای سی کی رینکنگ کے مطابق بھی اس جریدے کی کوئی وقعت نہیں۔ دیکھئے! یہ ہمارے ان صاحب علم کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس بات کو سمجھتے اور پڑھنے سے پہلے اس بات پر غور فرماتے کہ اس مقالے کی سائنسی اہمیت کیا ہے؟

مسلمان شراب کوحرام مانتے ہیں، شراب پینا تو درکنار، اس کو چکھنے کے بارے میں کوئی مسلمان سوچے گا بھی نہیں، چہ جائیکہ کسی مسلمان سے یہ امید کی جائے کہ وہ شراب کی بھلائیوں کی ترویج واشاعت کرے گا،اب اگر کوئی مسلمان اٹھے نعوذ باللہ، امریکہ اور یورپ کے غیر مسلم لوگوں کو یہ سمجھائے کہ دیکھئے شراب پیجئے!اس میں آپ کی بھلائی بھی ہے اور نجات بھی اور وہ مسلمان ایک فقہی مقالہ پاکستان کے کسی فرضی سائنسی جریدے میں شراب کے فوائد پر شائع بھی کردے تو ہم اس سارے عمل کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ بس یہی کچھ یہاں پر ہوا ہے کہ ایک کٹر غیر مسلم پروفیسر چارلس ایوان، بٹ کوائن کے بارے میں جو کہ جوا اور سٹے بازی کی بدترین شکل ہے،ہم مسلمانوں کو ہماری ہی اسلامی وفقہی اصطلاحات کے اندر،فوائد گنوا رہا ہے اور یہ ترغیب دے رہا ہے کہ یہ بٹ کوائن سودی نظام کے خلاف ہے اور اپنے اس تحقیقی مقالے کو انتہائی بوگس اور غیر معیاری سائنسی جریدے میں شائع کررہا ہے اور پھر اس مقالے کی مسلمانوں میں ترویج شروع کردی جاتی ہے۔

پھر ایک مدرسہ کے تخصص کرنے والے صاحبِ علم کو تحقیق کے نام پر چارلس ایوان کا یہ تحقیقی مقالہ حوالہ کردیا جاتا ہے اور پھر وہ صاحبِ علم اپنی پوری صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کرکے بٹ کوائن کو اسلامی شرعی احکامات کے تابع کرنے کی کوششیں شروع کردیتے ہیں اور پھر جب کوئی کمپیوٹر سائنس، بلاک چین وکرپٹوکرنسی کا ماہران کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ یہ ساری باتیں سائنسی طور پر درست نہیں تو اس سائنسدان پر نہ صرف یہ کہ الزامات کی منظم بوچھاڑ کردی جاتی ہے بلکہ بہت ہی منظم طور پر اور تندہی کے ساتھ کرپٹوکرنسی کو اختیار کرنے کیلئے تحریک چلائی جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس طرح اسلاف کے پاس جب کوئی شخص بات لے کر جاتا تو وہ پارٹی نہ بنتے تھے بلکہ اگر حق بات ہوتی تو اپنی رائے سے رجوع فرمالیتے، یہاں پر معاملہ اس کے برعکس ہے، دیکھئے! جب پاکستان کے ہی بڑے بڑے اکابر کرپٹوکرنسی کو جوا اور سٹہ بازی کہیں، جب ام المدارس دارالعلوم دیوبند کرپٹوکرنسی کو محض فرضی نمبروں کا کھیل کہے اور بڑے بڑے جید مفتیانِ کرام اور دارالافتاء کرپٹوکرنسی کے عدم جواز کے قائل ہوں تو کرپٹوکرنسی کے پروپیگنڈہ سے متاثر مفتیانِ کرام کا کرپٹوکرنسی کے جواز پر نہ صرف یہ کہ اصرار کرنا بلکہ اسی کو مستقبل قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے اور سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کس چیز سے تعبیر کریں؟

اب ہم ایک اور مثال کے ذریعے سے بتاتے ہیں کہ کس طریقے سے ہمارے محترم نوجوان مفتیانِ کرام کرپٹوکرنسی کے اس بھیانک پروپیگنڈے میں آچکے ہیں اور کس طریقے سے بے خبری میں اس پروپیگنڈہ کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں، ہم اللہ رب العزت سے خاص طور پر دعا گو ہیں کہ اللہ پاک ہم سب کو سیدھے راستے پر چلائے اور صحیح سمجھ بوجھ عطا فرمائے (آمین) چونکہ راقم ساری دنیا کے مضامین پڑھتا ہے تو ایک صاحبِ علم کا انگریزی کا تحقیقی مقالہ بھی نظر سے گزرا[۱۰]۔ یہ مقالہ ایک پاکستانی جریدے کراچی اسلامکس Karachi Islamicus میں شائع ہوا، میں دردِ دل کے ساتھ قارئین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس تحقیقی جریدے کی عالمی سائنسی دنیا میں کوئی وقعت نہیں ہے نیز عالمی سطح پر پاکستانی جرائد اور دیگر اس طرح کی غیر معیاری عالمی سائنسی جرائد کو سائنسی دنیا تسلیم نہیں کرتی، لہٰذا اگر کوئی اس طرح کے جرائد کے اندر اپنے تحقیقی مقالے چھاپتا ہے تو عالمی سائنسی دنیا میں اس کو کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ورلڈ رینکنگ میں ان جرائد کی کوئی اہمیت دی جاتی ہے، لہٰذا اللہ کے لئے کوئی بھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ اس نے ایک تحقیقی مقالہ ایک پاکستان سائنسی جریدے میں چھاپ دیا اور پھر وہ بٹ کوائن کے جواز کے دلائل دے، کل آخرت میں ہم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے تو کہیں یہ خوش فہمی آخرت میں پکڑ کا ذریعہ نہ بن جائے۔

اس مقالے کا مقصد مصنف نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے عربی، انگریزی اور اردو میں کرپٹوکرنسی سے متعلق مقبول آراء (کام) کو اکھٹا کیا اور ان کے نتائج کو ترتیب دیا تاکہ آسانی سے آگے اس موضوع پر کام ہو سکے، پہلے مصنف نے بٹ کوائن اور بلاک چین کا تعارف کروایا ہے پھر مصنف نے moneyاور بٹ کوائن کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر مصنف نے بٹ کوائن اور ورچول کرنسیوں سے متعلق شرعی آرا کا ذکر فرمارہے ہیں اور آخر میں خلاصہ پیش کیا ہے نیز ایک ضمیمہ بھی آخر میں موجود ہے جس میں نوشریعہ اسکالرز سے اپنے پوچھے گئے چودہ سوالات کے جوابات درج کئے گئے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ مصنف نے جو مقالہ لکھا ہے وہ تحقیقی اعتبار سے غیر معیاری ہے، مثلاً سوالات کرنے کے اندر عالمی سائنسی معیار کو مدِ نظر نہیں رکھا گیا جن نوشریعہ اسکالرز کو منتخب کیا گیا اور پھر ان کے جوابات لکھے گئے ہیں تو ان کی آرا مجموعی طور پر کم وبیش کرپٹوکرنسی کے جواز سے متعلق ہی آنی تھیں اگر مصنف ان نوشریعہ اسکالرز کے بجائے وہ نوشریعہ اسکالرز اختیار کرتے جو کہ کرپٹوکرنسی کے عدم جواز کے قائل ہیں (مثلاً دارالعلوم دیوبند کے مفتیانِ کرام وغیرہ) تو سو فیصد کرپٹوکرنسی کے عدم جواز کی رائے ملتی، لہٰذا جس کسی نے بھی مصنف کو سروے کے ایسے غیر سائنسی طریقہ کار کو اختیار کرنے کا کہا ہے کہ سوالات کو اس طرح ترتیب دیں اور سروے اس طرح ترتیب دیں اور پھر شریعہ اسکالرز کو اس طرح منتخب کریں کہ سب کی رائے کرپٹوکرنسی کے جواز کے بارے میں آئے اور پھر اس سے یہ نتیجہ پیش کریں کہ اسلامک اسکالرز کرپٹوکرنسی کے جواز کے قائل ہیں، یہ طریقہ استدلال اور طریقہ تحقیق غیر معیاری ہے، راقم مصنف کے خدمت میں یہ عرض کرے گا کہ مستقبل میں ایسے لوگوں سے بچ کر رہیں تاکہ مصنف کی تحقیقی کاوشیں ضائع نہ ہوں، سائنسی سوالات کس طرح مرتب کئے جاتے ہیں اس کے لئے یہ کتب مطالعہ کیلئے مفید ہوں گی[11-12-13]

پھر جو سوالات مصنف نے شرعیہ اسکالرز سے پوچھے اور جو ان کے جوابات آئے، وہ بھی بہت حیران کن تھے، مثلاً ایک سوال یہ کیا گیا کہ کیا بٹ کوائن کو لوگ تسلیم کرتے ہیں جو اس کے جواب میں تمام شریعہ اسکالرز نے رضامندی ظاہر کی، افسوس! صد افسوس! پوری دنیا میں عالمی معاشی ماہرین اور سائنسدان کرپٹوکرنسی کو کرنسی ہی تسلیم نہ کریں اور اس پر سائنسی شواہد پیش کریں اور مصنف یہ نتائج پیش کررہے ہیں جن کی کوئی بھی سائنسی بنیاد بھی نہیں پھر ایک سوال یہ کیا گیا کہ کیا کرپٹوکرنسی ذخیرہ قدر یا مالیت کو محفوظ کرنے کا ذریعہ Store of Value بن سکتی ہیں، اس کے جواب میں ان تمام حضرات نے کہا کہ ہاں وہ کرسکتی ہیں، یہ بھی سائنسی اور عالمی معاشی ماہرین کی رائے سے بالکل مختلف نتیجہ ہے اور اس پر بھی کوئی

سائنسی شواہد پیش نہیں کیے گئے، حد تو یہ کہ اسپیکولیٹو سرمایہ کاری Speculative Investment کو بھی تمام شریعہ اسکالرز نے جائز قرار دیا ہے، آپ حضرات یہ کیا کر رہے ہیں؟ کیوں مسلمانوں کیلئے سٹے بازی کو جائز قرار دے رہے ہیں؟

آخر میں قارئین کی خدمت میں دست بستہ گزارش ہے کہ ہم ایسے حضرات پر نظر رکھیں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر معیشت کی اسلامائزیشن کی آڑ میں کرپٹو کرنسی کو جائز قرار دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں تاکہ ایسے تمام منظم منصوبوں کو روکا جاسکے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں حق کو حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل کو باطل سمجھنے اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(حواشی وحوالہ جات)

[1] Charles W. Evans, Bitcoin in Islamic Banking and Finance, Journal of Islamic Banking and Finance, 3(1), 2015.

[2] Journal of Islamic Banking and Finance, Publication Fees, Link: https://jibfnet.com/in/jibf/faq

[3] Barry University, USA, https://www.barry.edu/en/academics/business/

[4] Dr. Charles W. Evans, Barry University News Item, https://my.barry.edu/news/article.html?id=26604

[5] GERBA, E. and RUBIO, M., Virtual Money: How Much do Cryptocurrencies Alter the Fundamental Functions of Money?, Study for the Committee on Economic and Monetary Affairs, Policy Department for Economic, Scientific and Quality of Life Policies, European Parliament, Luxembourg, 2019.

[6] Dirk G. Baur, KiHoon Hong, Adrian D. Lee, Bitcoin: Medium of exchange or speculative assets?, Journal of International Financial Markets, Institutions and Money, Volume 54, 2018.

[7] European Supervisory Authorities Warnings on Cryptocurrency, Source: https://www.eba.europa.eu/eu-financial-regulators-warn-consumers-risks-crypto-assets

[8] Dirk G. Baur, Thomas Dimpfl, Konstantin Kuck, Bitcoin, gold and the US dollar A replication and extension, Finance Research Letters, Volume 25, June 2018, Pages 103-110.

[9] Dirk G. Baur, KiHoon Hong, Adrian D. Lee, Bitcoin: Medium of exchange or speculative assets?, Journal of International Financial Markets, Institutions and Money, Volume 54, 2018.

[10] Owais Paracha, Tri Lingual Categorization of Opinions on Bitcoin and Crypto Currencies: An Islamic Perspective, Karachi Islamicus, 1(1), 22-34, 2021.

[11] Martyn Denscombe 2014, The Good Research Guide, 5 Ed., Open University Press, McGraw-Hill Education [ISBN: 9780335264704].

[12] Steven J. Taylor, Robert Bogdan, Marjorie DeVault 2016, Introduction to Qualitative Research Methods: A Guidebook and Resource, 4 Ed., Wiley [ISBN: 9781118767214].

[13] Jan Recker, Scientific Research in Information Systems: A Beginner's Guide, Second Edition, 2021, Springer.

مولانا شفیق سلیم ملکانوی ٭

ایک منفرد تفسیر

قرآن کریم حبل اللہ الممدود ہے جس کا ایک سرا خود خداوند کریم کے دست قدرت میں اور دوسرا سرا ان خوش انفاس لوگوں کے ہاتھوں میں جو زہے نصیب قرآن کریم کے کہے پر عمل پیرا ہیں اور جو قرآن کریم کے کہے کو تسلسل کے ساتھ کہے جا رہے ہیں اور یہی لوگ قابل رشک ہیں۔

رجل آتاہ اللّٰہ القرآن فھو یقوم بہ آناء اللیل وآناء النھار(ترمذی: ۱۹۳۶)

اور انتہائی خوبی کے ساتھ تمسک بالقرآن کی اس سے بڑھ کر اور کیا زیبا شکل ہوگی اور یہ لاریب کتاب اپنے آغاز نزول سے مکمل طور پر اور بہر اعتبار محفوظ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم (جو واللہ ماھذا کلام بشر کا مصداق ہے) کے حفاظت خداوندی میں ہونے کی اطلاع ہے، آج کے اس تزویری دور میں جبکہ ملمع سازی، غلط بیانی، فریب کاری اور جعل سازی عروج پر ہے اور اس تکنیک کے ساتھ دجل وجھوٹ فروغ پا رہا ہے کہ الحاد پسند اور کج ادا لوگ جو کچھ انسانیت کو دے رہے ہیں، اسی کا راگ الاپا جارہا ہے اور جس پگڈنڈی پر چلا رہے ہیں لوگ اسی پر سر پر بھاگے جا رہے ہیں لیکن ان جعل سازوں کی قرآن کریم کے آگے ایک نہیں چل سکی کہ یہ لاریب کتاب مدت ہا پہلے جس کیفیت اور حالت پر نازل ہوئی تھی اسی حالت و کیفیت پر آج بھی موجود ہے، قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے اعجاز کا ظہور جتنا آج کے دور میں ہوا پہلے ادوار میں اس کی مثال نہیں، قران کریم کے حروف محفوظ، کلمات محفوظ اور جملے بھی اصل نزولی تراکیب کے ساتھ محفوظ چلے آرہے ہیں، اس میدان میں اللہ کریم نے کرگسی مزاج دجالوں اور کذابوں سے جو قرآن کریم کے مٹنے اور محرف ہونے کے درپے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچوں اور نونہالوں کو لڑا دیا اللہ تعالیٰ نے ابابیل اور فیل بانوں کی تاریخ دہرادی۔ ابابیلوں کی طرح میدان نونہالوں کے ہاتھ رہا۔

٭ ناظم تعلیمات، جامعہ معارف اسلامیہ رحیم یار خان

آج ان فریب خوردہ لوگوں کو منہ کی کھانی پڑ رہی ہے کسی طور بھی قرآن کریم میں تحریق نہ کر پا سکے، اپنے پرائے سب اس کے معترف ہیں۔والفضل ما شهدت به الاعداء

قرآن کریم کے معانی اور تفسیر کے میدان میں اللہ کریم نے علمائے کرام کولا کھڑا کیا جنہوں نے قرن اول سے لے کر آج تک انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اس حفاظتی شعبہ کی پشتی بانی کی تاکہ کسی بھی کم فہم کو اپنے ٹیڑھے پن کے ساتھ قرآن کریم میں درآنے کا موقع نہ ملے بحمدللہ علماء کامیاب رہے اور سرخرو ہور ہے۔

لا يزال طائفة من امتى قائمة بامر اللّٰہ لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتى امر الله وهم على ذلك (الحديث)

قرآن کریم کی حفاظت ہی کی کتنی خوبصورت اور یہ عمدہ شکل ہے کہ ''تفسیر ابن عباس'' سے مسلسل اب تک بے شمار تفاسیر لکھی گئی ہیں اور دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ وتفسیر کا کام ہوا، ان تمام کتب تفسیر یہ میں قرآن کریم کی بہر اعتبار عمدگی ہی کا اظہار ہوا اور دنیا کا ہر معتدل مزاج اس کا معترف ہے......

اتر کہ حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

''تفسیر لاہوری'' اسی سلسلۃ الذھب کی ایک انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب کڑی ہے اور تفسیری کتب خانہ میں بلاشبہ ''تفسیر لاہوری'' کا ایک منفرد مقام ہے، اس تفسیر کے منظر عام پر آنے میں دو عظیم انسانوں کی شبانہ روز محنت کارفرما ہے اور ان میں ہر ایک ''رجل رشید'' کا مصداق ہے اور برصغیر کی علمی دنیا میں ایک نام رکھتے ہیں، ایک حضرت امام احمد علی لاہوریؒ اور دوسرے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بلاشبہ دونوں عظیم تر ہیں۔

''تفسیر لاہوری'' استاذ کی تقریر اور شاگرد کی تحریر کا مجموعہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر ایک محنت و کاوش دوسرے کی محنت و کاوش سے بڑھ کر ہے۔ حضرت لاہوریؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں، حضرتؒ صاحب تقویٰ و ورع مفسر تھے اور قوت تاثیر سے لبریز شخصیت بھی، حضرت کے سہ ماہی دورہ تفسیر میں شامل فرد فقط قرآنی علوم سے آگاہ وشناسا اور بہرہ ور ہی نہ ہوتا بلکہ وہ صحاب فضل وکمال بن جاتا اور اس میں عمل کی اسپرٹ اس قدر بھر جاتی کہ بالفرض کوئی فرائض پنجگانہ ادائیگی میں سستی و کاہلی

روا رکھتا ہوتا تو حضرتؒ سے استفادہ و استفاضہ کے بعد تہجد گزار اور شب زندہ دار ہو کر رہتا، آج اگر آپ ''تفسیر لاہوری'' کا مطالعہ فرمادیں تو آپ کو اس تفسیر کا صفحہ صفحہ اس بات کا ثبوت مہیا کرے گا کہ حضرت مفسر علامہؒ میں کس قدر قوت تاثیر موجزن تھی۔

ان سے خوشہ چینی کرنے والوں میں ایک نام اور اہم نام حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ ہے، حضرت شہیدؒ علم سے عبارت شخصیت تھے، حضرتؒ کے زندگی بھر کے حالات و وقائع بخوبی اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ بچپنے سے تادم واپس بحر علم میں غوطہ زنی اور غواصی عزیز ترین اور محبوب ترین مشغلہ رہا۔ حضرت مولانا شہیدؒ کا ایک بڑا کمال یہ ہے کہ باوجود اپنی گوناں گوں مصروفیات کے ''قلم'' سے رشتہ تسلسل کے ساتھ برقرار رہا اور بوقلموں عطر بیزی شعار رہی اور تصنیفات اور تالیفات کے علاوہ ''تفسیر لاہوری'' اس کا اس تفسیر کی ایک ایک سطر بتلائے دیتی ہے کہ وہ کن کن غواصیوں کا نکھار ہے، بلاشبہ تفسیر ایک نئے اسلوب میں ہے، نیا طرز نگارش ہے، منقولات سے لبریز یہ تفسیر معقولات سے بھی خالی نہیں، اس تفسیر میں فلسفہ اسلام کو خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

شان نزول اور تفسیر مباحث خوب ہونے کے ساتھ ساتھ کلمات قرآنیہ کی تحقیق بھی موجود ہے، بندہ ہیچمداں یہ کہتے ہیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں رکھتا کہ اس تفسیر میں علمی تشنگی دور کرنے کے ہزار سامان ہیں اور دعوت نظارہ دیتی ہے کہ ''جاایں جااست'' اللہ تعالیٰ اس تفسیر مستطاب کو قبولیت عامہ و تامہ نصیب فرمائے اور اس دل فگار مرتب و مؤلف حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو جو آسودگان خاک میں ہیں کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں آسودہ فرمائے اور ''تفسیر لاہوری'' کی شکل میں یہ تفسیری نقوش حضرت امام لاہوریؒ اور حضرت شہیدؒ ہر دو کے لئے ہزار نجات کا ذریعہ بنائے اور بلندی مرتبت کا باعث بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الف الف تحیۃ وتسلیم

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت

بیاد شہید اسلام و ناموس رسالت امام الشہداء

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ

چار ضخیم جلدوں (بائیس سو سے زائد صفحات) میں

قیمت: ۳۰۰۰/ روپے (۵۰۰ ڈاک خرچ)

منگوانے کیلئے: دفتر ماہنامہ ''الحق''، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک 0315-9898998-03339167789

جناب طارق احمد صدیقی

ادیب، نقاد و مصنف

ادارت کا فن اور اس کے مراحل

کوئی بھی انسانی کارنامہ اپنی تمام تر خوبیوں کے باوصف تسامحات، غلطیوں اور فروگزاشتوں سے مبرا نہیں ہوتا، اس میں کسی نہ کسی سطح پر اور کسی نہ کسی حد تک خطا کا امکان بہرحال پایا جاتا ہے اور یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خامیوں سے یکسر محفوظ ہے اور اس میں کسی بھی نقطہ نظر سے حذف و اضافہ، تصحیح یا ترتیب و تہذیب کی ضرورت نہیں، زندگی کے مختلف شعبوں میں انسانی کارناموں کو نقائص سے ممکنہ حد تک پاک کرنے اور انہیں ایک زیادہ مکمل شکل دینے کی غرض سے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں، علوم و فنون کے متعدد شعبوں میں ادارت ایسا ہی ایک طریقہ ہے جو علم و ادب سے متعلق متعدد اصناف کی تصحیح و تکمیل کے لیے ابتدا ہی سے اپنایا جاتا رہا ہے، موجودہ دور میں دیگر علوم و فنون کی طرح ادارت کے فن نے بھی بڑی ترقی کی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک منظم، باضابطہ اور باقاعدہ فن کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، فی زمانہ ادارت کا عمل الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ہر شعبے میں جاری و ساری ہے اور علمی و فکری کارناموں اور اخباری صحافت کے علاوہ فلم، ریڈیو اور ٹیلی وژن کی دنیا میں بھی اس فن کا دور دورہ ہے لیکن ذرائع ابلاغ کی مختلف اصناف اور ہیئتوں میں فن ادارت کی اپنی منفرد اور جداگانہ اہمیت ہے، مثلاً فلم اور ڈاکومنٹری کی صنف میں ادارت بعینہ وہی چیز نہیں ہے جو صحافت کے شعبے میں ہے، وہاں اس کا تصور، اس کا ضابطہ اخلاق، اس کے حدود کار اور اس کے مراحل بہت دوسرے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ صحافت کی دنیا میں مدیروں کو وہی اختیارات حاصل ہیں جو فلمی دنیا میں ہدایت کاروں کو لیکن فن ادارت کی مختلف شعبوں اور اصناف میں اس کی حیثیت و نوعیت سے انتہائی حد تک صرف نظر کرتے ہوئے ہم یہاں علم و فکر، شعر و ادب، ترجمہ اور صحافت کی دنیا میں فن ادارت اور اس کے مختلف مراحل کا جائزہ لیں گے۔

ادارت عربی کے لفظ ادارہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تدبیر، انتظام، حکم اور توجیہ کے ہیں، اردو میں اس سے مراد ایک اجتماعی ہیئت کے بھی ہیں جس نے کوئی کام اپنے ذمہ لیا ہو، آگے چل کر

علمی ضروریات کے تحت اردو میں ادارت کے لفظ میں انگریزی کے لفظ edit کے مختلف لغوی اور اصطلاحی معنی بھی شامل ہو گئے جن میں سے ایک ہے، کسی تحریری، سمعی، یا بصری مواد کی اشاعت کی غرض سے اس کو ترتیب دینا اور اس پر نظر ثانی کرنا۔ آسان طور پر اس کا مقصد کسی متن میں ممکنہ طور پر پائی جانے والی مختلف قسم کی خامیوں اور کمیوں کی اصلاح ہے تاکہ مواد یا متن کو اشاعت کی غرض سے بہتر اور مکمل شکل میں پیش کیا جا سکے۔

فن ادارت کا ایک وسیع تر مفہوم

بہت کم تحریریں یا متون ایسے ہوتے ہیں جو ادارت کے مختلف مراحل سے گزرے بغیر شائع کیے جا سکتے ہوں اور اس صورت میں بھی عام طور پر مصنف خود اپنے متن کی ادارت کرتا ہے، البتہ بعض استثنائی صورتیں اس کے باوجود پائی جاتی ہیں، مثلاً بہت سے شعرا اپنی موزونی طبع کے سبب فی البدیہہ طویل نظمیں اور غزلیں بھی کہتے رہے ہیں اور بہت سے مقرر ایسے خطبے بھی دیتے رہے ہیں، جنہیں تحریری شکل میں لانے کے بعد ادارت کی گنجائش نہیں رہتی یعنی ان میں کسی حذف و اضافہ یا تصحیح مزید کی گنجائش نہیں ہوتی، پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شعرا اور مقررین اپنے فی البدیہہ اظہار سے پہلے خود اپنے ذہن میں خلق ہونے والے اشعار یا خطبے کی تصحیح نہ کر لیتے ہوں گے، یا کم از کم اظہار سے پہلے ان کے ذہن میں ادارت یا اس جیسا کوئی عمل واقع نہ ہوتا ہوگا، پس بغور جائزہ لینے پر امر واقعہ تو یہی نظر آتا ہے کہ وسیع ترین معنوں میں ادارت خود تخلیق کے متوازی طور پر، یا اس کے فوراً یا ایک عرصے کے بعد پیش آنے والا فطری عمل ہے جو کہ ایک طرف شاعر، مقرر یا مصنف کی سطح پر انجام دیے جانے والے تخلیقی و تنقیدی عمل کا حصہ ہے تو دوسری طرف اس متن کی نشر و اشاعت کے لئے ادارتی سطح پر انجام دیا جانے والا ایک غیر جانب دارانہ اور ہم نفسی پر مبنی عمل (Empathetic process) ہے جس کے لیے مختلف الاقسام صلاحیتوں کے ساتھ تنقیدی و تخلیقی صفات بھی درکار ہوتی ہیں۔

فن ادارت کی تعریف

فن ادارت کے اس قدر وسیع تر معنوں کے ساتھ اس کا متعینہ مفہوم اور اصطلاحی معنی بھی ہیں اور اس کے کچھ فکری و تکنیکی تقاضے اور پیشہ ورانہ اصول و آداب یا حدود بھی، متعینہ معنوں میں ادارت کسی متن میں ممکنہ طور پر پائی جانے والی مختلف قسم کی خامیوں اور غلطیوں کی تصحیح اور متن میں حذف و اضافہ کرنا ہے تاکہ اس میں بقدر ضرورت اور بامطلوبہ جامعیت اور ایجاز و اختصار پیدا ہو سکے، موجودہ دور میں ادارت پرنٹ میڈیا سے لے کر الیکٹرانک میڈیا تک میں رائج ایک وسیع سرگرمی ہے جس کی

تعریف درج ذیل طور پر کی جا سکتی ہے،ادارت کسی منتخب سمعی، بصری اور تحریری مواد یا متن کی تصحیح، اس کی بقدر ضرورت تلخیص، اس کی تنظیم اور دیگر تبدیلیوں پر مبنی ایک تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی عمل ہے جس کا مقصد اس مواد یا متن کو بہتر، مربوط، جامع و مانع اور مکمل شکل میں پیش کرنا ہے۔

ادارت بحیثیت فن

ادارت ایک فن یا آرٹ ہے اور آرٹ ہمیشہ اپنی فطرت میں سائنس سے بہت دور ہوتی ہے، بلاشبہ ادارت کے تحت سائنسی نوعیت کی کارروائیاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً متن کے لسانیاتی، کتابیاتی، اشاریاتی، حوالہ جاتی اور حسابی پہلوؤں کی ادارت لیکن بحیثیت مجموعی ادارت متن کے ساتھ اس قدر لطیف، نہ پکڑ میں آنے والی مگر اثر انگیز کارروائی ہے کہ جب ایک لائق مصنف ادارت کے بعد اپنے متن کو دیکھتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہے تو وہی متن جو اس نے لکھا تھا لیکن صحت وصفائی کے بعد اس کی فکری صلابت اور اثر پذیری میں بڑا اضافہ ہوگیا ہے اور اس بات کو صرف ایک مصنف ہی محسوس کر سکتا ہے یا پھر وہ لوگ جو ادارت کے فن پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ادارت کسی ناکارہ متن کو بامعنی بنا سکتی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ ایسے متون کو جو انتہائی عجلت میں لیکن برسوں کے غور وفکر کے بعد لکھے گئے ہوں، انتہائی حد تک بااثر بنا سکتی ہے۔ دراصل مدیر کی فنکارانہ مہارت ایسے متون کے قلب میں جھانکتی ہے اور وہاں سے وہ کچھ نکال لاتی ہے جو مصنف کے لیے وقت کی کمی اور عجلت کے سبب ممکن نہیں ہوسکتا تھا، ایک فن کی حیثیت سے ادارت اپنے پیش نظر متن میں اسی طرح مستغرق اور منہمک ہوتی ہے جس طرح ایک سنگ تراش اپنے مجسمے کی تخلیق کے بعد اس کی مزید تراش خراش کرتے ہوئے فائنل ٹچ دیتا ہے، یہ واقعی ایک حیرت انگیز امر ہے کہ مدیر اس متن کو جو نہ کبھی اس کا تھا اور نہ کبھی اس کا ہو سکے گا، کچھ اسی طرح سنوارتا ہے جس طرح ایک مصور اپنی پینٹنگ کی، ایک فوٹوگرافر اپنی تصویر کی نوک پلک درست کرتا ہے، دوسروں کے متن کی اس قدر انہماک کے ساتھ نوک پلک درست کرنا، اس کو اس رخ پر لے جانا جس پر خود اس متن کا مصنف لے جانا چاہتا تھا، دراصل ایک ایسا بے غرض اور لوث فن ہے جو کہ انسانی بصیرتوں سے معمور ایک ذہن و دل کا وظیفہ ہی ہوسکتا ہے،ادارت کی سب بڑی اور بااثر منزلوں میں سے ایک ہے ایک بااثر رسالے کا مدیر ہونا جس کے تحت ایک مدیر اپنے رسالے میں شائع ہونے والی تحریروں پر اثر ڈالتا ہے اور ایسے مصنفوں کی بھیڑ سے ایسے مصنفوں کو نکال لاتا ہے جن کے متن واقعی قابل رشک کہے جا سکتے ہیں، اردو ادب میں ایسے مدیروں اور رسالوں کی کمی نہیں ہے۔

ادارتی عمل کیا ہے؟

ادارت کے فن کی حقیقت و نوعیت کو اور قریب سے سمجھنے کے لیے ادارت کے عمل سے واقفیت اور اس کو محسوس کرنا ضروری ہے، ادارتی عمل متن کے ساتھ مختلف الاقسام کارروائیوں پر مشتمل ہے، اس میں زبان و بیان کی روانی و سلاست کے نقطہ نظر سے بھی حذف و اضافے کیے جا سکتے ہیں اور موضوع و مضمون کے لحاظ سے سے بھی بعض مشکل مقامات کو کھولا جا سکتا ہے، متن میں نئے الفاظ اور جملے جوڑے جا سکتے ہیں، غیر موزوں الفاظ اور جملوں پیرگراف، حتیٰ کہ ابواب تک کو قلم زد کیا جا سکتا ہے اگر اس کی واقعی ضرورت ہو، متن کے مدعا، اس کے مشتملات اور سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے جملوں اور پیراگراف اور ابواب کو آگے پیچھے کیا جا سکتا ہے، کہیں پر مصنف کا مدعا واضح نہ ہو تو حاشیے میں مصنف کا مدعا ظاہر کیا جا سکتا ہے (خاص طور سے اگر مصنف زندہ یا دستیاب نہ ہو) اور دیگر نوعیتوں کے ادارتی حاشیے بھی لکھے جا سکتے ہیں، بعض اوقات ادبی متون میں مصنف کی اجازت سے نئے استعارات و تشبیہات اور دیگر ادبی نوعیت کی تفصیلات داخل کرنے کے مشورے دیے جا سکتے ہیں، زبان و بیان کی غلطیوں کی مروجہ معیاری زبان کے لحاظ سے تصحیح کی جا سکتی ہے اور انہیں روزمرہ کے لحاظ سے درست کیا جا سکتا ہے نیز مروجہ یا رائج املا کے لحاظ سے الفاظ کی تصحیح کی جا سکتی ہے۔

الغرض! ایک متن کو فنی لحاظ سے معیاری، جامع، موزوں، بقدر ضرورت مختصر، موثر اور مکمل شکل دینے اور اس طرح اس کو قابل اشاعت بنانے کیلئے فن ادارت سے کام لیتے ہوئے ہر وہ کارروائی کی جا سکتی ہے جو مسلمہ علمی و فکری اور اخلاقی اصولوں کے اعتبار سے مفید، ضروری یا ناگزیر ہو۔

فن ادارت اور مدیر کے حدود و اختیارات

لیکن اس پورے عمل میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ ہر مدیر کو کسی متن کو اڈٹ کرتے وقت ان سب کارروائیوں کے اختیارات ایک ساتھ حاصل نہیں ہوتے، ایک مدیر کو مذکورہ کارروائیوں کا اختیار تبھی حاصل ہوتا ہے جب اخبار، رسالے یا اشاعت گھر کے مالک اور خود متن کے مصنف کو مدیر کی علمی و فکری صلاحیت و لیاقت اور اسکی اخلاقی دیانت داری پر پورا اعتماد ہو اور انہوں نے اسکا باضابطہ اظہار بھی کیا ہو، ورنہ ایسا بھی دیکھنے آتا رہا ہے کہ مدیروں کو اپنی اصلاح اور کاٹ چھانٹ کے نتیجے میں بعض قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑا، اس ضمن میں ہر ادارہ ایک واضح پالیسی اپناتا ہے اور مصنف یا متن کے خالق سے ادارت کی پیشگی اجازت لیتا ہے یا یہ بات از خود ملحوظ ہوتی ہے اور مدیر کو ادارہ کی پالیسیوں کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے، دراصل مدیر کی پیشہ ورانہ ایمانداری کا اولین تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے

ادارے کی پالیسی کے لحاظ سے اور حاصل شدہ اختیارات کے مطابق اپنے فرائض انجام دے۔

فن ادارت کے لیے مطلوبہ صلاحیتیں اور اس کی صفات

ادارت کا پورا عمل اس قدر نازک، پیچیدہ، نتائج کے اعتبار سے دوررس ہوتا ہے کہ ایک مدیر اگر انتہائی ذکی الحس اور فکری طور پر پختہ نہ ہوتو بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، اس کے علاوہ ادارت کے لیے ایک شخص میں مطلوبہ تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے، اگر اس میں مطلوبہ تخلیقی صلاحیت نہیں پائی جائے گی تو وہ مصنف کے ذریعے تخلیق کردہ متن کو کما حقہ سمجھ نہیں سکتا، اسے مصنف کے ذہن میں چل رہے تخلیقی پروسیس میں جھانکنا ہوتا ہے تا کہ وہ پیش نظر متن کو سمجھنے کے بعد اس میں کسی قسم کا حذف و اضافہ کر سکے۔ اسی طرح اگر وہ تحقیقی وتنقیدی صلاحیت سے عاری ہوگا تو نہ تو وہ متن میں پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کر سکتا ہے اور نہ اس کی تصحیح کے سلسلے میں کوئی فیصلہ لے سکتا ہے، یہ تمام تر صفات ایک شخص کے اندر وسیع مطالعہ، مسلسل غور وفکر اور اپنی تخلیقی وتنقیدی صلاحیت کو بروئے کار لانے نیز مسلسل علمی نوعیت کے کام کرنے رہنے سے پیدا ہوتی ہیں پھر ایک طویل عرصے تک ادارتی کاموں کی مشق کرتے رہنے سے ایک شخص کے اندر وہ مطلوبہ بصیرت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بنیاد پر وہ بہ آسانی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ متن میں کہاں کہاں اور کیا کیا حذف و اضافہ کی ضرورت ہے، یا اس میں سرے سے کسی بڑی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

ادارت کے مراحل

کسی بھی متن کی ادارت کے کئی مراحل ہیں اور ضرورت پڑنے پر ہر مرحلے کے لئے الگ الگ مدیروں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ پھر ہر ایک مرحلے میں اگر ضرورت ہوتو مدیر متعلقہ مصنف سے رابطہ قائم کرتا ہے اور اسے متن میں مختلف نقطہ ہائے نظر سے اصلاحات کی تجاویز پیش کر سکتا ہے۔ ادارت کے خاص مراحل درج ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ: مصنف کا مسودے پر نظر ثانی کرنا کسی متن کو مدیر کے حوالے کرنے سے پہلے مصنف خود اس پر نظر ثانی کرتا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس میں حذف و اضافہ کرتا ہے اور اسے اپنی طرف سے آخری شکل دیتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: متن کا جائزہ اور مصنف کو مشورہ مدیر زیر نظر متن کا بقدر ضرورت بغور جائزہ لیتا ہے اور اس میں موجود مسائل یا خامیوں کا پتا لگاتا ہے اور اس غرض سے یادداشتیں تحریر کرتا ہے۔ اس عمل میں

وہ بطور نمونہ متن کے چند پیراگراف یا ضرورت ہو تو طویل اقتباسات یا متن کے بعض منتخب حصوں کی بنیاد پر تمام تر متن میں موضوع اور مضمون، اسلوب، زبان و قواعد اور فکری و فنی لحاظ سے پائے جانے والے مسائل یا خامیوں کا پتا لگاتا ہے۔ اس جائزے کے بعد وہ مصنف کو بحیثیت مدیر اپنے تاثرات سے مدلل طور پر زبانی یا تحریری طور پر آگاہ کرتا ہے (بعض اوقات مدیر کو مصنف یا پبلشر کی طرف سے ہر قسم کی اصلاح کی پیشگی اجازت حاصل ہوتی ہے)

تیسرا مرحلہ: ساختی ادارت (Structural Editing) یہ تیسرا مرحلہ ہے جو مصنف یا پبلشر کی طرف سے مجوزہ اصلاحات کی اجازت مل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے، اس مرحلے میں مدیر بنیادی طور پر اپنے حاصل شدہ اختیارات اور ادارتی پالیسی کے حدود میں رہتے ہوئے متن کے موضوع اور مضمون، اس میں پائے جانے والے مفاہیم، منطقی ترتیب، خیالات کے مابین ربط و تعلق کا جائزہ لیتا ہے اور اس سے متعلق اصلاح کا کام انجام دیتا ہے۔ اس مرحلے میں درج ذیل کام انجام دیے جاتے ہیں:

مدیر اپنے پیش نظر ادبی، علمی، سائنسی یا دیگر نوعیت کے متن کے ابتدائی حصے (تعارف، مقدمہ)، اس کے درمیانی حصے (تحقیق، تجزیہ) اور آخری حصے (حاصل کلام، نتیجہ) کا جائزہ لیتا ہے کہ آیا ان میں موضوع اور مضمون کے لحاظ سے ربط ہے یا نہیں؟ نیز متن کے کلی مفہوم کے اعتبار سے کوئی منطقی عدم تسلسل تو واقع نہیں ہو رہا ہے؟ یعنی وہ دیکھتا ہے کہ ابتدائی حصے میں پورے متن کا تعارف ٹھیک طور پر لکھا اور تمام مقدمات درست طور پر قائم کیے گئے ہیں یا نہیں؟ درمیانی حصے میں ابتدا میں قائم کردہ مقدمات کی بنیاد پر منطقی تحقیق و تجزیہ یا اس کے مناسب و موزوں اظہار خیال کیا گیا ہے یا نہیں؟ پھر آخری حصہ میں، ابتدائی اور درمیانی حصے کی بنیاد پر برآمد ہونے والے نتائج یا اثبات شدہ حقائق کو صحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے یا نہیں اور اگر مدیر کے پیش نظر کوئی ادبی متن ہے تو کہانی یا نظم کی ساخت، اس کی ابتدا، وسط اور انتہا میں ربط و تسلسل ہے یا نہیں؟ نیز ان میں موضوع کے مناسب حال اسلوب، تفصیلات اور ادبی نوعیت کے مشتملات پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ مذکورہ تمام جائزوں کے بعد یا تو متوازی طور پر بروقت تصحیح کی جاتی ہے یا متن کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اور ضرورت پڑنے پر مصنف کو اس کے بعض حصوں کو دوبارہ لکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، ساختی ادارت میں چونکہ کئی بار مصنف سے مشورہ کرنا پڑسکتا ہے، اس لیے اس مرحلے میں میں ہر سطر کی ادارت نہیں ہوسکتی، سطر در سطر ادارت کے لئے ایک الگ مرحلہ ہے جس کو سطری ادارت کہتے ہیں۔

چوتھا مرحلہ: سطری ادارت (Line Editing) اس مرحلے میں متن کے ایک ایک جملے اور پیراگراف

کو بغور پڑھتے، ربط و تعلق کا جائزہ لیتے ہوئے خامی پائے جانے پر اس کی تصحیح بھی کی جاتی ہے، مثال کے طور پر: جملوں میں غیر ضروری الفاظ اور پیراگرافوں میں خیالات کی غیر ضروری تکرار کو حذف کرنا؛ ایک جملے کو دوسرے جملے سے جوڑنا اور توڑنا، حاصل شدہ اجازت اور موضوع اور مضمون کے لحاظ سے، نیز مصنف کے اسلوب کے لحاظ سے مصنف کو نئے الفاظ اور جملوں کا اضافہ کرنے کا مشورہ دینا، یا خود ہی مختصر اضافے کر دینا، یہ پورا عمل چونکہ مصنف اور مدیر کے درمیان طے شدہ معاہدے اور متن کی نوعیت پر منحصر کرتا ہے اور یہ نظری سے زیادہ عملی نوعیت کا مسئلہ ہے، اس لئے اس کے کوئی بہت واضح اصول متعین نہیں کیے جا سکتے ہیں، البتہ اس سلسلے میں مدیر کو مصنف اور مدیر کا فرق بہرحال ملحوظ رکھنا چاہیے اور کسی ایسے حذف و اضافہ سے کام نہیں لینا چاہیے جو تصنیف و ادارت دونوں کے پیشہ ورانہ اخلاقی اصولوں کے منافی ہو، سطری ادارت ساختی ادارت سے مختلف تو ہے لیکن اس میں بھی تقریباً انہی صلاحیتوں کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے عام طور پر ساختی ادارت کرنے والے مدیر کو ہی سطری ادارت کرنی چاہیے۔

پانچواں مرحلہ: کاپی ادارت (Copy Editing) یہ ادارت کا آخری مرحلہ ہے، متن کی بڑی خامیاں اس سے پہلے کے مراحل میں دور ہو چکی ہوتی ہیں۔ کاپی ادارت کے اس مرحلے میں پورے مسودے کو سطر در سطر بغور پڑھتے ہوئے اور قواعد، املا، رموز اوقاف وغیرہ کے لحاظ سے اس کی تصحیح کی جاتی ہے، اکثر رموز اوقاف کے نامناسب استعمال سے مفہوم میں غیر متوقع تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں، کبھی کبھی مصنف یا خود سابقہ ادارت کے عمل میں غیر مروجہ املا درج ہو جاتا ہے، کبھی لفظوں، سطروں اور پیراگراف کے درمیان خلا کی کمی یا زیادتی جیسی متعدد غلطیاں متن میں راہ پا جاتی ہیں، کاپی ایڈیٹران سب خامیوں کی اصلاح اپنے ادارے میں مروجہ اسٹائل مینوئل کو ذہن میں رکھتے ہوئے کرتا ہے۔

مذکورہ بالا پانچ مراحل میں ادارتی عمل کی انجام دہی سے متن میں زبان و بیان کے اعتبار سے سلاست و روانی پیدا ہوتی ہے اور وہ موضوع و مضمون کے اعتبار سے ایک نکھری ہوئی اور مکمل شکل میں سامنے آتا ہے پھر مسودے کو کتابت یا کمپوزنگ کے لیے روانہ کر دیا جاتا ہے جہاں کاتب اڈٹ کیے گئے مسودے کی کتابت کرتا ہے یا اسے کمپیوٹر پر ٹائپ کرتا ہے، آج کل زیادہ تر مصنف کمپیوٹر پر ہی لکھنا پسند کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر حالات میں مسودہ ادارتی عمل سے پہلے ہی کمپوز ہو چکا ہوتا ہے، آج کے مدیران مسودے کی صحت و صفائی کے خیال سے پرنٹڈ مسودے کو ترجیح دیتے ہیں اور ادارت کا عمل اسی پرنٹڈ مسودے پر انجام دیا جاتا ہے، جب ادارت کے تمام تر مراحل پورے ہو جاتے ہیں تو

پھر ادارت شدہ مسودے کو ایک بار پھر کاتب کے پاس بھیجا جاتا ہے جو مدیر کی ہدایت کے عین مطابق اس میں حذف و اضافہ کرتا ہے، اس کے بعد فائنل پرنٹ نکال کر کتابت شدہ مسودے کو پروف خواں کے پاس بھیجا جاتا ہے، وہ یکے بعد دیگرے مسودے کے کئی پروف پڑھتا ہے اور آخری پروف کے بعد اشاعت کے لئے تیار مسودے کی فائنل کاپی ایڈیٹر کو روانہ کر دیتا ہے۔

برسبیل تذکرہ

موجودہ دور میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے استعمال نے ادارت کے فن میں مختلف النوع سہولتیں پیدا کر دی ہیں، مثلاً اب ادارت کا کام بجائے کاغذ کے براہ راست کمپیوٹر پر ہو رہا ہے جس سے حذف و اضافہ اور اصلاح کے عمل میں صفائی اور آسانی پیدا ہو گئی ہے، مائیکروسافٹ ورڈ کے ریویو آپشن میں ادارتی کام ٹھیک اسی طرح انجام دیئے جاسکتے ہیں جس طرح ہم کاغذ پر دیتے آرہے ہیں نیز اس سافٹ ویر میں ادارت کے تمام تر مراحل کو بہ آسانی محفوظ بھی کیا جا سکتا ہے اور کس مدیر نے کس وقت کس مسودے میں کیا حذف و اضافہ یا اصلاح کی اسے بہ آسانی ٹریک کیا جا سکتا ہے۔

فن ادارت تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کا ایک عظیم فن ہے جو اپنے وسیع معنوں میں خود تصنیفی عمل کا ایک حصہ ہے کیونکہ یہ تخلیقی پروسیس میں متوازی طور پر جاری رہتا ہے اور یا متن کے وجود میں آنے کے فوراً یا کچھ عرصہ بعد شروع ہوتا ہے لیکن یہ فن اپنے اصطلاحی اور متعینہ معنوں میں تصنیفی عمل سے الگ ایک باقاعدہ، باضابطہ، مرحلہ وار اور منظم فن ہے جس کی ضرورت اور اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، ادارت کا فن تبھی کامیاب ہو سکتا ہے جب متن کو ادارت کے تمام تر مراحل سے انتہائی چابکدستی اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ گزارا جائے۔ ادارت کے ابتدائی مرحلوں سے آخری مرحلے تک بلکہ پروف خوانی کے بعد بھی ایک مدیر کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہوتیں اور اسے ہر لحہ متن کے معیار اور مشتملات کی ترتیب و تہذیب اور مسلسل نگرانی کرنی ہوتی ہے۔ کامیاب ادارت لسانی، فکری، تخلیقی، تنقیدی، تحقیقی اور جدید ترین علمی اور تکنیکی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے پر منحصر کرتی ہے۔

ایک اچھے مدیر کو زبان و بیان کے اعتبار سے عمدہ اور موضوع کے اعتبار سے وسیع المطالعہ ہونا چاہیے، نیز اس میں غور و فکر کی صلاحیت، تاریخی شعور، عصری آگہی، مجتہدانہ بصیرت اور انسانی معاملات و مسائل پر گہری نظر اور دوسروں کے نقطہ نظر کو کما حقہ سمجھنے اور اس کا احترام کرنے نیز اختلافات کو برداشت کرنے کا مادہ بھی ہونا چاہیے تب ہی جا کر وہ ایک غیر جانب دار، انصاف پسند اور مثالی مدیر بن سکتا ہے یا اس فن میں قابل قدر اضافہ کرتے ہوئے اسے بلندیوں تک لے جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر حافظ عثمان احمد

پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور

کیا ٹیکنالوجی غیر اقداری ہوتی ہے؟

اکثر اہل علم یہ دعوی کرتے نظر آتے ہیں کہ ٹیکنالوجی کی کوئی اقدار نہیں ہوتیں بلکہ اس کے استعمال کرنے والے پر منحصر ہے کہ اس کو اچھے کام میں استعمال کرے یا برے کام میں، جیسے چھری سے خربوزہ بھی کاٹا جا سکتا ہے اور ظالمانہ طور پر کسی کا گلا بھی، اس میں چھری کا کوئی قصور نہیں ہوتا بلکہ استعمال کرنے والا کا قصور ہوتا ہے، اخلاق واقدار تو انسان کا مسئلہ ہے نہ کہ جہاز اور واشنگ مشین کا، یہ آلات تو نیوٹرل ہوتے ہیں، اس لئے ٹیکنالوجی نہ تو کافر و فاسق ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی و اقداری بلکہ یہ انسان کے استعمال سے منسلک ہے، ہمارے نزدیک ٹیکنالوجی کی اقداری یا غیر اقداری ہونے کی بحث میں درج ذیل سوالات اہم ہیں۔

پہلا سوال: کیا کسی چیز کے موجد کی آئیڈیالوجی (تصور زندگی، تصور انسان، نظریہ اخلاق اور نظریہ عروج و زوال وغیرہم) اس کی ایجاد میں کارفرما نہیں ہوتی؟ کیا وہ ایجاد کرتے وقت نیوٹرل ہوتا ہے اور اس کے افکار و نظریات اور اس کی آئیڈیالوجی اس کی ایجاد پر اثر انداز نہیں ہوتی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک موجد و خالق خدا بیزار اور وحی دشمن ہو اور اس کی دریافت و ایجاد خدا و مذہب سے انسانوں کے تعلق کو مضبوطی کیلئے بنائی جائے یا اس کیلئے کسی بھی طرح کارآمد ہو اگر موجد کا تصور حیات انکار آخرت پر قائم ہو اور اس کی ایجادات سے اس تصور زندگی کو فروغ نہ ملے یا وہ اس کے خلاف ہوں مثلاً اگر کسی کے تصور نظافت میں خنزیر یا پیشاب ناپاک نہیں ہے تو اس کی تحقیق و دریافت میں یہ تصور کارفرما ہوگا، وہ اس سے مجرد نہیں ہو سکتا، اس لئے تخلیق کار کی آئیڈیالوجی کا اثر اس کی تخلیق پر عقلا لازم ہے، میڈیکل سائنس میں خنزیر کا دل انسان کے دل کی جگہ ٹرانسپلانٹ کرنے کی تحقیقات کے پیچھے کیا یہ آئیڈیالوجی کارفرما نہیں کہ خنزیر کی پاکی ناپاکی کوئی مسئلہ نہیں؟ کیا انسانوں کی نفسیات جاننے کیلئے کتوں اور چوہوں پر تحقیقات کیا انسانوں کو ان کے مماثل سمجھے بغیر ممکن ہیں؟

دوسرا سوال: کیا کسی چیز کا مقصد (purpose) اور اس کا ظاہری سٹرکچر، اس کا استعمال، اس کا خاص اخلاقی رخ متعین نہیں کرتے؟ کوئی چیز یقیناً کسی مقصد کیلئے وجود میں آتی ہے اور اس کا ایک خاص

سانچہ اور ڈھانچہ ہوتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ جہاز ایک خاص ہیئت پر تشکیل پاتے ہیں اور خاص مقصد کے لئے ہوتے ہیں اس لئے ان سے ان کے مقصد و ہیئت کے مطابق ہی کام لیا جا سکتا اور اس سے اس کا اخلاقی رخ متعین ہوگا، جہاز بنیادی طور ہوائی سفر کا آلہ ہے اور اس کی اسٹرکچر کبھی بھی با جماعت نماز پڑھنے کیلئے معاون و مددگار نہیں ہوسکتا، ایک واش روم میں لگا ہوا بیسن (Sink) اپنے اسٹرکچر کے لحاظ سے ہی وضو کرنے میں سہولت دینے کے لئے نہیں بنایا گیا، ایٹم بم عمومی تباہی کا ہتھیار ہے، اس سے انسانی فلاح و بہبود کا کام نہیں لیا جا سکتا، مزید یہ کہ جب اور جس آبادی پر گرایا جائے گا یہ جنگجو، غیر جنگجو، عورت، بچے، مرد، گھر، فوجی اور بنکر کے مابین فرق کرنے سے قاصر ہے، اچھی سے اچھی نیت اور احتیاط کے باوجود اس کا کام وہی رکھے گا جس مقصد کے لئے یہ بنا ہے، ہائیڈروجن بم کا استعمال سوائے عام تباہی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ کیا یہ اس کا اخلاقی مقصد واضح نہیں کرتا؟ ڈیزی کٹر بم اگر دس کلومیٹر کے علاقے میں آکسیجن کا خاتمہ کر دیتا ہے تو اس کا استعمال ہی اس کا اخلاقی رخ متعین نہیں کر دیتا اور کیا اس کا مقصد اور اسٹرکچر اس کے ظالمانہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا؟

تیسرا سوال: کیا ٹیکنالوجی کے غالب اور اکثر استعمال سے کوئی اخلاقی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور ان استعمالات و نتائج سے اس چیز کی اخلاقی قدر و حیثیت متعین کرنا درست نہیں؟ ایک عقلی مسلمہ ہے کہ کسی چیز کے غلط یا صحیح ہونے کا دار و مدار اسکے غالب استعمال اور اس کے نتائج پر ہوتا ہے، کوئی دوائی جب غلط استعمال کی جارہی تو حکومت اس کو بند کرنے کا حکم دیتی ہے اور کسی دوا کے استعمال سے اگر انسانی صحت پر برے اثرات پڑ رہے ہوں تو ان کا استعمال روک دیا جاتا ہے حالانکہ وہ دوا جس مقصد کیلئے بنائی گئی تھی وہ پورا کر بھی رہی ہوتی ہے، موبائل ٹیکنالوجی کے استعمال کے طبی، نفسیاتی، ذہنی اور سماجی مفاسد کیا اس کی اخلاقی قدر متعین نہیں کرتے؟ حکومت پاکستان نے پلاسٹک شاپنگ بیگز کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کردی تھی، یہ پابندی عائد کرنا ایک اخلاقی فیصلہ ہے جو پلاسٹک شاپنگ بیگز کو مضر قرار دے کر عائد کیا گیا ہے، اس لئے مضر و مفید کا حکم لگانا بالکل فطری ہے جو کہ اقداری حکم ہے، کیا موبائل، ٹی وی اور اسی قبیل کے دیگر آلات کی ریڈیئیشن انسانی صحت کیلئے کسی طرح بھی فائدہ مند ہے؟

چوتھا سوال: کیا ایک عیاش ذہن کو سب سے زیادہ ضرورت ٹیکنالوجی کی نہیں ہوتی؟ اگر ہم سوچیں کہ ہمیں زندگی کی ہر راحت درکار ہے، ہمیں بس عیاشی کرنی ہے تو ہماری عیاشی کی خواہش کو بہترین انداز میں پورا کرنے کیلئے ٹیکنالوجی درکار ہوگی، اگر موسم کی کسی بھی تلخی سے بچنا ہے تو ٹیکنالوجی درکار ہے، اگر سفر کی صعوبت سے بچنا ہے تو ٹیکنالوجی درکار ہے، اگر اپنے جسمانی حسن کو اپنا مقصود بنانا ہے

تو ٹیکنالوجی درکار ہے، (کاسمیٹک مصنوعات کو دیکھ لیجئے) ٹیکنالوجی کو بالکل نکال کر کسی عیاشی کا تصور کیجیے؟ کیا کوئی عیاشی اس کے بغیر ممکن نظر آتی ہے؟

پانچواں سوال: اگر ٹیکنالوجی کے منافع ونقصانات برابر بھی ہوں تو کیا ہمیشہ منافع ہی قابل لحاظ ہوتے ہیں؟ نیز نقصانات کو تو انسانوں کے غلط استعمال کے ذمے لگا دینا اور فوائد کو ٹیکنالوجی کا کمال بتانا، متعصبانہ فیصلہ نہیں؟ ٹیکنالوجی کے حق میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ٹیکنالوجی کے بہت فائدے ہوتے ہیں اور انسان کو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات ٹیکنالوجی نے دی ہے، آج ہم تاریخی اعتبار سے بہترین مقام پر ہیں، ٹیکنالوجی کے فوائد سے انکار نہیں جیسے ہمیں شراب کے فوائد سے انکار نہیں لیکن کسی چیز کو مفید قرار دینا بھی ایک اقداری حکم ہے، حیرت ہے جو لوگ اسکے حق میں اقداری واخلاقی حکم لگاتے ہیں وہ جب اس کے خلاف حکم لگایا جائے تو کہتے ہیں ٹیکنالوجی تو غیر اقداری چیز ہے یہ تو انسان ہی ہے جو غلط استعمال کرتا ہے، ٹیکنالوجی نے کیا غلط کرنا؟ کسی مشین کی کیا غلطی؟ یعنی فائدہ ہو تو مشین سے منسوب ہوگا نقصان ہو تو انسان سے، اسی طرح جب ٹیکنالوجی کی شان بیان کی جائے تو کوئی نہیں کہتا کہ اس کی کیا شان؟ یہ تو غیر اقدری ہے، ٹیکنالوجی کے حامی بھی مانتے ہیں کہ اس کے نقصانات بھی کثیر ہیں، اب سوال پیدا ہوگا کہ مفاسد بھی ہوں اور منافع بھی تو اس برابری کی صورت حال میں کس چیز کو فیصلہ کن مانا جائے گا؟ چنانچہ واضح ہے کہ یہ ایک مسلمہ عقلی اصول ہے کہ حصول نفع پر دفع نقصان کو ترجیح حاصل ہے۔

چھٹا سوال: کیا ٹیکنالوجی کا محدود سرمایہ دار طبقے کیلئے مہیا ہونا اور ان کے فائدے کا باعث ہونا در حقیقت پوری انسانیت کا فائدہ ہے؟ ٹیکنالوجی سے استفادے کا تعلق انسانوں کے زیادہ سے زیادہ دس فیصد طبقے سے ہے اور بلند ترین ٹیکنالوجی سے استفادہ تو محض پانچ فیصد طبقے تک محدود ہے، کیا یہ ٹیکنالوجی کی اقدری حیثیت متعین نہیں کرتا کہ اس کی رسائی وفوائد تو سرمایہ دار طبقے تک محدود ہیں اور نقصانات ساری انسانیت تک پھیل جاتے ہیں، انڈسٹریل انقلاب کے بعد مشینوں کی کثرت اور دیگر ٹیکنالوجیکل ترقیوں کے نتیجے میں اگر مزدور طبقے کے نقصانات سے صرف نظر بھی کیا جائے تو گلوبل وارمنگ اور فضائی و بحری گندگی کو ہی مدنظر رکھا جائے تو فوائد تو ایک خاص طبقے تک محدود رہے لیکن نقصانات کائناتی ہوگئے۔

ساتواں سوال: پوری دنیا پر قبضہ کرنے اور سب پر غالب آنے کی خواہش کیا اسلحے کی جدید ٹیکنالوجی کے وجود کا سبب نہیں ہے؟ آواز سے تیز رفتار جنگی جہاز، بین براعظمی میزائل، ساونڈ ٹیکنالوجی کے ہتھیار، ڈرون ٹیکنالوجی اور اسی طرح مہلک ترین ہتھیار کیا جدید ٹیکنالوجی کا یہ مقصد واضح نہیں کرتے کہ اسے تباہی پھیلانا اور اپنے خالق کیلئے باجبروت حکومت کا راستہ ہموار کرنا ہے۔

قسط (۶)

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

سفرنامہ سینگال وگیمبیا مغربی افریقہ

۲۷ ستمبر ۲۰۲۲ء، یکم ربیع الاول بروز منگل: آج فجر کے بعد ناشتہ کیا اور سات بجے میزبان رانا احسن نے بس اڈے پہنچایا، بس نکلنے کا وقت ساڑھے سات بجے تھا، دس منٹ ایک سواری کے انتظار میں گاڑی لیٹ ہوگئی جس کی وجہ سے شپ (بحری جہاز) نکل گیا، اب اس کے انتظار میں بندرگاہ پر تقریباً دو گھنٹے سے زائد رہے، کبھی گاڑی میں اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہتے اور کبھی سمندر کے کنارے چہل قدمی کرتے، مقبول بھائی دوستی بنانے کے ماہر ہیں، انہوں نے جلد ہی ایک گیمبین سے دوستی بنالی جو انگلش وعربی دونوں زبانیں جانتا تھا، اس کا نام بھی عمر تھا اور تجارت کرتا تھا، احقر بس میں پیر زاہد شاہ گیلانی صاحب کے ساتھ سیٹ پر بیٹھا تھا جب کہ مقبول بھائی اور عمر ساتھ بیٹھے رہے، دونوں میں کافی اچھی دوستی ہوگئی، بندرگاہ پر کینٹین میں چائے پی لی، ابھی فیری (بڑی کشتی یا چھوٹا جہاز) آنے میں دیر تھی اس لئے سب مسافر ادھر ادھر ٹہل رہے تھے اور فیری آنے کے منتظر تھے، یہ دو فیریاں تھیں لیکن ایک کے خراب ہونے کے باعث ایک ہی چلتی ہے، اگر فیری نکل جاتی تو پھر اس کی واپسی دو ڈھائی گھنٹے میں ہوتی۔ اس فیری میں سات سو سے زائد افراد، پانچ ٹرک وبس اور دس موٹر کاروں کی جگہ ہوتی ہے۔ بہرحال! جب فیری آئی اور ساحل کے کنارے لگی تو لوگ بھاگم بھاگ سیٹوں پر بیٹھنے لگے، جب سب لوگ سوار ہوئے تو فیری وہاں سے روانہ ہوئی، ہم بس ہی میں بیٹھے اس سفر سے لطف اندوز ہوتے رہے، فیری جب دوسری جانب پہنچی تو بس اپنے روٹ پر روانہ ہوئی اور بارڈر پہنچی۔ بارڈر پر سب لوگ گاڑی سے اترے، یہاں گیمبیا کے دفتر سے ایگزٹ اور سینگال کے آفس سے انٹری کی مہر لگوائی۔ سینگال کے دفتر میں امیگریشن آفیسر نے دوبارہ انٹری کے پیسے بھی لیے جو شاہ جی نے ادا کئے، یہیں بارڈر پر ہی سینگال کی کرنسی حاصل کی، کچھ پھل، فروٹ وغیرہ بھی خریدے، شام کے وقت سینگال کے دارالحکومت ''ڈکار'' پہنچے۔ عمر بھائی جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے وہیں تین کمروں پر مشتمل ایک فلیٹ کرایہ پر لیا، پانچ سو ڈالر ایک ہفتے کا ادا کیا، فلیٹ صاف ستھری اور فرنشڈ تھا، کھانے

پینے کی اشیا اسٹور سے خریدیں اور کھانا خود تیار کرنے لگے، مقبول بھائی اکثر کھانا تیار کرتے، چائے بنانے کی ذمہ داری بندہ نے لی تھی۔

۲۸ر ستمبر ۲۰۲۲ء، ۲ر ربیع الاول بروز بدھ: آج مقامی رہبر و ترجمان عبد الکریم بھائی آئے، ان کے مشورہ سے ملاقاتوں کی ترتیب بنائی کہ کن حضرات سے ملنا ہے؟ دوپہر کے وقت شیخ محمد کانت (جو کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل ہیں اور ڈکار میں مدرسہ بھی چلاتے ہیں۔ پچھلے سال پیر زاہد شاہ صاحب کی دعوت پر شیخ ابراہیم امبا کی کے ہمراہ پاکستان بھی آئے تھے) تقریباً آدھا گھنٹہ ہمارے ساتھ رہے اور جمعہ کے دن اپنے مدرسہ میں آنے کی دعوت دی۔

عصر کے بعد سید مقبول احمد گیلانی اور احقر مقامی کرنسی کے حصول کے لیے بازار گئے، ویسٹرن یونین سے پتہ کیا تو انہوں نے کرنسی تبدیل کرنے کی جگہ بتائی، ٹیکسی لے کر وہاں گئے اور کرنسی تبدیل کر کے گھر واپس آئے۔

۲۹ر ستمبر ۲۰۲۲: ۳ر ربیع الاول بروز جمعرات: عبدالکریم بھائی کی معیت میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا، ان کے ایک رشتہ دار جن کا نام عثمان تھا، سے بھی ملنے گئے، انہوں نے گھر پر دوپہر کا کھانا بھی کھلایا، اپنے پیر و مرشد سے بھی ملاقات کرائی۔ شیخ کا نام محمد تھا جو کہ مصر سے پڑھے ہوئے تھے، ان کے والد صاحب بھی پیر اور عالم تھے، ان سے قرآن کلاسز کا تعارف ہوا اور طریقہ کار بتایا جس سے وہ مطمئن ہوئے اور اتوار کو اپنے گھر دوبارہ آنے کی دعوت دی۔ یہاں سے ایک دوسری ملاقات کے لئے گئے، ان کا نام بھی محمد تھا، جن کا تعلق مراکش سے ہے، بیلجئیم میں پلے بڑھے، صوفی بھی ہیں اور مبلغ بھی۔ ان سے طوبیٰ میں بھی ملاقات ہوئی تھی، ان کے ساتھ بھی بات ہوئی، وہ جلدی میں تھے کیونکہ ان کے مرشد وفات پا گئے تھے اور انہوں نے جنازے میں شرکت کے لیے جانا تھا، انہوں نے وفد کے احباب کو اعلیٰ قسم کے پرفیوم بھی ہدیہ کئے اور ہم سے رخصت لی۔

۳۰ ستمبر ۲۰۲۲: ۴ر ربیع الاول بروز جمعہ: صبح ناشتہ کے بعد آرام سے جب بیدار ہوئے تو جمعہ کی تیاری کی، شیخ محمد کانت نے گاڑی بھیجی جس میں ان کی مسجد گئے، مسجد بہت بڑی اور وسیع تھی، پہلی صف میں ہم لوگ بیٹھے، یہ سلفیوں کی جامع مسجد تھی، شیخ محمد کانت یہاں کے امام و خطیب ہیں۔ شیخ کانت نے "فضائل قرآن" کے موضوع پر خطبہ دیا اور اپنے خطبہ کے دوران ہی پیر سید زاہد شاہ کا تعارف کروایا کہ کس طرح قرآن کلاسز بناتے ہیں، جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد شاہ صاحب نے انگریزی زبان میں بات کی، جس کا ترجمہ عبد الکریم بھائی نے مقامی زبان میں کیا۔ دوپہر کا کھانا شیخ کانت

کے مدرسہ میں کھایا، کھانے پر مقامی علماء بھی مدعو تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی ، اس مدرسہ میں حفظ و ناظرہ کے علاوہ بنیادی عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ مدرسہ کے قریب گاڑیوں کے مستریوں کی دکانیں تھیں، انہیں دعوت دی تو وہ قرآن سیکھنے پر راضی ہوئے، شاہ صاحب نے انہیں نورانی قاعدہ کا پہلا سبق دیا اور شیخ کانت کے ذمے لگایا کہ ان کیلئے استاد کا بندوبست کریں جو روزانہ انہیں پڑھائیں۔

یکم اکتوبر: ۵ ربیع الاول : آج میں اور سید مقبول احمد شاہ ''ڈکار'' کے صدر مقام گئے، جہاں مختلف سرکاری دفاتر کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کا دفتر بھی دیکھا۔

۲/اکتوبر: ۶ ربیع الاول: بھائی عبدالکریم اور بھائی عثمان کے ہمراہ شیخ محمد کے گھر گئے جہاں نے ایک پرتکلف ظہرانے کا اہتمام کیا تھا۔

۳/اکتوبر: ۷ ربیع الاول بروپیر: آج ہم گوری آئی لینڈ گئے، گوری آئی لینڈ سینگال کا ایک اہم اور پرسکون نخلستان ہے، جہاں نہ کوئی گاڑی ہے اور نہ کوئی جرم کاریاں ہوتی ہیں۔ گوری مغربی افریقہ میں پہلی یورپی بستیوں میں سے ایک تھا، پرتگالیوں نے ۱۴۴۴ء میں پہلے غیر آباد چٹان پر اپنا جھنڈا لہرایا۔ اسٹریٹجک طور پر سرزمین سے دو کلومیٹر یا سوا میل دور رکھا، جس میں گہرے پانی کی بندرگاہ اور قابل انتظام، قابل دفاع سائز (۱۴۵ ایکڑ) ہے، یہ دیکھنا مشکل نہیں ہے کہ گوری کو یورپی بحری جہازوں اور تاجروں نے افریقی ساحلی پٹی کو لوٹتے ہوئے کیوں حرص کیا؟ پرتگالی اور ڈچ کے مابین پہلے یو۔جو، اس جزیرے کا نام گو۔ری (گڈ ہاربر) رکھا گیا تھا، ۱۶۷۷ء میں فرانسیسی حملے کے بعد، یہ سینگالیوں کی ۱۹۶۰ء میں آزادی تک، انگریزوں کے ساتھ دوبارہ قبضہ کرنے اور دوبارہ ہارنے کے چند سالوں کے علاوہ بڑی حد تک پرتگالیوں کے ہاتھ رہا۔ ایلے گوری، سینگال انٹونن ریمنڈ افلکر imageغلام تجارت گوری کے مقام پر اس نے صحت مندانہ تجارت کی اپیل کی ہے، جس سے مغربی افریقی سامان جیسے مونگ پھلی، موم اور اناج جیسے یورپ اور امریکہ کو برآمد کیا جاسکتا ہے، تاہم، گوری مغربی افریقہ کی سب سے بدنام برآمد، غلاموں میں اپنے کردار کے لئے بڑے پیمانے پر یاد کیا جاتا ہے۔ یونیسکو کا دعوی ہے کہ پندرہویں صدی سے انیسویں صدی تک گوری افریقی ساحل پر غلاموں کا سب سے بڑا تجارتی مرکز تھا، ایک اندازے کے مطابق 1536 سے 1848 کے درمیان جزیرے سے 20 ملین غلام گزرے تھے، افریقیوں کیلئے ایلے گوری ان کے براعظم کا آخری حصہ تھا، امریکہ کا سب سے قریب نقطہ ہونے کے ناطے، غلاموں کو مغربی افریقہ کے اس پار سے لایا گیا، سمجھا جاتا تھا کہ سب سے مضبوط گھانا سے تھا۔ بہت سے لوگوں کو مقامی قبائل نے فروخت کیا۔ (جاری ہے)

اے۔ آزاد قاسمی
خادم جمعیۃ علماء ہند

عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کی ضرورت

دور جدید میں تعلیم کی اہمیت وضرورت سے کسی فرد واحد کو مفر نہیں ، اچھی اور معیاری تعلیم سے اپنے بچوں کو آراستہ کرنا فی زمانہ بے حد ضروری ہے؛ کیونکہ بچے کسی بھی سماج اور معاشرہ کا سرمایہ اور تابناک مستقبل کی تعمیر کے لیے ضروری اساس ہوتے ہیں ، بچوں کے ذہنی خدوخال نہایت ہی حساس اور کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں ،ان کی بہتر ،نشوونما اور تربیت ایک روشن مستقبل کے لیے بنیادی فراہمی کا کام کرتی ہے،بچوں کے تعلق سے کسی بھی موقع پر تساہل یا کسی بھی زاویہ سے بے اعتنائی ملک وملت کے لیے کسی المیہ سے کم نہیں کیونکہ جو قوم تعلیمی پسماندگی کا شکار ہوجائے اور اپنی فکری وتہذیبی نہج سے دستبردار ہوجائے تو اس قوم کو زمانہ کے ساتھ چلنے میں قدم قدم پر ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کی نسلوں کو اس قعرِ مذلت سے باہر نکلنے اور امید افزا شعور وآگہی تک رسائی حاصل کرنے میں زمانہ لگ جاتا ہے، یوں بھی عالمی تباہی ومعاشی بدحالی کے تسلسل میں ہمیں فی زمانہ اپنی نسلِ نو کی بہتر پرورش اور دینی حمیت کی پاسداری کے ساتھ زندہ رکھنے کے لیے آئیڈیل تعلیم گاہوں کا سہارا چاہیے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو پائے گا ،جب ہم اسکول،کالج اور عصری تعلیم گاہ کے انتخاب میں بہت ہی محتاط قدم کے ساتھ آگے بڑھیں گے، کیوں کہ موجودہ دور میں ہرطرف الحادی وارتدادی قوتیں سرراہ اس تاک میں ہیں کہ دین حنیف کے پیروکاروں کے پائے ثبات میں کس طرح تزلزل پیدا کریں تاکہ اس کی نسلیں اپنے اسلاف واکابر سے کٹ کررہ جائیں،جبکہ تاریخی حوالہ جات یہ بتاتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایک دور ایسا بھی گزارا ہے، جب اقوام عالم کی باگ ڈوران کے ہاتھوں میں تھی ،لوگ دنیا کے کونہ کونہ سے علم وادب کی چاہ میں مسلم حکماء، اسکالرز اور مفکرین کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنے کے لیے دشوار گزار راستوں کا سفر طے کرتے تھے اور تعلیم کے حصول کے لیے تمام طرح کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے تھے، آج بھی جدید میڈیکل سائنس، حساب، شہریت، ہوابازی، جہازرانی اور دیگر بہت سے میدان میں استعمال ہونے والے بنیادی اصول وفروع مسلم مفکرین کی مرہون منت ہیں،لیکن اب وہ مبادیات اور فروعات ہماری نظروں سے اوجھل ہیں؛ کیونکہ وہاں تک ہماری رسائی بہت ہی محدود ہوچکی ہے،اگر تھوڑی بہت ہے بھی تو ہماری نسلیں ان اصولوں،

فلسفوں اور قواعد کے بارے میں اس لیے کچھ نہیں جان پاتی کہ اب ان کے نام انگریزی لاحقہ کے ساتھ متعارف کردیے گئے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ وہ دور تھا جب تعلیم وحکمت میں ان بزرگوں کا طوطی بول رہا تھا، پھر آپسی چپقلش، اپنوں کی بے رخی اور رب ذوالجلال کی عطا کردہ نعمت کی ناقدری کی وجہ سے اس عظیم دولت سے یکلخت ہم دور کردیے گئے اور آج ہماری یہ حالت ہوچکی ہے کہ ہم اپنی کھوئی ہوئی اس لازوال نعمت کے عشرعشیر کے بھی لائق نہیں (الامان الحفیظ)۔

اس وقت ہمارا مطمح نظر مسلم امہ میں تعلیمی پسماندگی کے تناظر میں کچھ گوش گزار کرنے سے ہے، انسانی فطرت میں خالق کائنات نے یہ بات ودیعت کررکھی ہے کہ انسانی جبلت کسی محدود شے کے حصول پر قانع نہیں رہتی، وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں دن ورات سرگرداں رہتی ہے، ہمیشہ سے انسانی خواہش رہی ہے کہ سماج اور معاشرتی زندگی میں کس طرح اپنی عزت وجاہ کی بالادستی قائم کی جاسکے، خواہ اس کو حاصل کرنے میں کسی حد تک جانا پڑجائے لیکن ہماری کوشش آج بھی انسانی زندگی پر اثرانداز ہونے والی سب سے مؤثر ترین دولت تعلیم کے حوالہ سے بے پرواہ اور لاابالی پن کا شکار ہے، رائج اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ مسلم معاشرہ عصری اور تکنیکی تعلیم کی طرف مثبت قدم بڑھا تو رہی ہے لیکن جس تیزی اور برق رفتاری کا یہ میدان متقاضی ہے، اس میں اب بھی ہم دوسری قوموں سے بہت پیچھے ہیں، جس کا اندازہ وقت وقت پر جاری ہونے والی مختلف بین الاقوامی سروے رپورٹوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، اس طرح کی شماریات کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم امہ میں تعلیم کا رجحان پہلے کے مقابلہ میں کچھ بڑھا ضرور ہے لیکن جدید تعلیم کی تحقیقات اور جدید مشمولات تک رسائی میں سردمہری جوں کا توں برقرار ہے، عصری تعلیم سے منسلک اسکالر اور محقق عام طور پر موجودہ مواد کی تحقیق کے بجائے اس کے تراجم پر زیادہ دھیان مرکوز کررہے ہیں، جس کا خاطرخواہ فائدہ نظر نہیں آرہا ہے، ہماری معاشرتی زندگی میں اب پہلے سے کہیں زیادہ لوگوں میں بچوں کی تعلیم کے لیے فکری مندی دیکھنے میں آرہی ہے، لوگ اپنے بچوں کی بہتر تعلیم کے لیے بجٹ تک مختص کررہے ہیں، جس کی تحسین کی جانی چاہیے اور اس کی ہرطرح سے حوصلہ افزائی بھی ہونی چاہیے تاکہ اس بیدارمغزی کی لوکو اور تیز کیا جاسکے لیکن بحیثیت مسلم امہ ہماری کچھ دینی وملی ذمہ داریاں بھی ہیں، جس سے ہمارا معاشرہ اب بھی باہر نہیں نکل پایا ہے، معاشرہ اور سماج کو اس سے باہر نکالنے کے لئے بڑے پیمانہ پر تعلیمی مہم کی ضرورت ہے تاکہ دور دراز گاؤں میں بسنے والے افراد اور معاشی پسماندگی کے شکار لوگوں کے دلوں میں بھی تعلیم کی جوت جگائی جاسکے اور ان کو اس بات پر قائل کیا جائے کہ بچوں کے بہتر مستقبل کی تعمیر

میں اچھی اور معیاری تعلیم کیوں کر ضروری ہے؟

حکومتی سطح پر شرح خواندگی بڑھانے کے لیے معاشی پسماندگی کے شکار افراد کے بچوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنے اور اس کو زندگی کا جز لاینفک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اب بھی اس میدان میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، اس تسلسل میں اگر ہم ملت کے بچوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک طرح کی سرمہری کے ساتھ ساتھ ماڈرن کلچر کی طرف رغبت زیادہ محسوس ہوتی ہے، بچوں کی تربیت اور تعلیم کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ اسکول وکالج کے ساتھ تربیت یافتہ اساتذہ کی ہوتی ہے، ہم اپنے بچوں کو نامی گرامی اسکول وکالج میں داخلہ کروا تو دیتے ہیں؛ لیکن اس میں بڑی حد تک لاپرواہی بھی کر جاتے ہیں، ہماری سوچ صرف اس بات پر مرکوز رہتی ہے کہ ہمارے بچے معیاری اور ہائی لیول اسکول کے طالب علم ہیں باقی اور کچھ نہیں دیکھتے، جبکہ بحیثیت سرپرست ہمارے اوپر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے بچوں کی عادات واطوار کا تجزیہ کریں اور اس کے ہر عمل پر اپنی نظر رکھیں، اس کے آپسی برتاؤ اور دینی معاملات کے حوالہ سے بھی گاہے بہ گاہے جائزہ لیتے رہیں، کیونکہ عام طور پر آزاد خیال ادارے میں بے جا آزادی کو پرموٹ کرنے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے جس کا منفی اثر بچوں کے ذہن میں گھر کر جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں زندگی بھر ہمیں اس لاابالی پن کے سہارے جینا پڑتا ہے، مختلف عصری تعلیم گاہوں میں داخلے کی کارروائی کے دوران ہمیں پہلی فرصت میں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، اپنی اولاد کو اچھی تعلیم سے آراستہ کرنے اور اس کے تابناک مستقبل کی طرف رہنمائی ہمارا مذہبی، ملی واخلاقی فریضہ بھی ہے، ہماری ایک معاشرتی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم اپنے پاس پڑوس اور محلّہ میں لوگوں کو اس جانب متوجہ کریں، ان کو تعلیم کی اہمیت وضرورت سے متعلق ترغیب دیں تاکہ قوم کے بچے تعلیم سے آراستہ ہوکر ایک اچھا شہری بن سکیں اور ملک وملت کی خدمت کے قابل ہوسکیں، اس سے کسی بھی مرحلہ میں کاہلی سستی اور بے رغبتی ملک وملت دونوں کے لیے خسارہ کا سودا ہوگا، آج کے تقابلی دور میں تعلیم سے جی چرانے کو ایک فکری غلطی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جو یقیناً خودکشی کے مترادف ہے۔

موجودہ وقت میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی درپیش ہے کہ بغیر کسی تحقیق کے ہم اپنے بچے کو غیر معیاری اسکول کے حوالہ کردیتے ہیں، پھر فکر معاش اور دیگر دنیاوی جھمیلوں میں کچھ اس قدر مشغول ہوجاتے ہیں کہ پلٹ کر کوئی خبر نہیں لیتے، بس صرف بچوں کو اس کی صلاحیت سے زیادہ بوجھ تلے جکڑ دیتے ہیں اور خالص انگلش کے چند الفاظ بول لینے کو تعلیمی معراج تصور کر بیٹھتے ہیں، اگر یہی طالب

علم کسی مقابلہ وغیرہ میں خاطر خواہ نمبرات نہیں لا پاتا ہے، تو طرح طرح کے طعنہ سے اس ناپختہ ذہن کو گزرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ کبھی کبھی اس قدر بھیانک صورت اختیار کرلیتی ہے کہ بچہ زندگی کی قیمتی ڈور اپنی سانس تک کو ختم کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، ایسے لاتعداد واقعات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں اور پھر ہم ہائے افسوس کا ماتم کرنے لگتے ہیں،

عصری تعلیم وقت کی ضرورت ہے، اگر یوں کہا جائے کہ ناگزیر ہے تو کسی طور غلط نہ ہوگا، اکیسویں صدی کے بدلتے ہوئے حالات میں عصری تعلیم سے محرومی جہالت کے زمرہ میں ہی تصور کی جائے گی لیکن اگر یہ تعلیم دین وایمان کے سودے کے ساتھ ہو تو ہمارے لیے بہت بڑی حرماں نصیبی ہوگی جس کی بھرپائی کا ہمارے پاس کوئی موقع میسر نہ ہوگا کیونکہ جب سادہ دلوں اور کورے اذہان پر ایمانیات اور وحدانیت سے بیزاری کی لکیریں کھینچ دی جاتی ہیں تو اس کو محو کرپانا بے حد مشکل مرحلہ ہوتا ہے؛ اس لیے ملت کے بہی خواہ اور سماجی کارکن کو آگے آنا چاہیے اور اپنے زیراثر علاقوں میں بچوں کے سرپرست کو اس بات کی رہنمائی کرنی چاہیے کہ عصری تعلیم کے لیے ہم کس طرح کے ادارہ کا انتخاب کریں، اسلامی مزاج میں علوم کے حصول کی تحدید نہیں ہے کیونکہ نبی پاکؐ کی سیرت طیبہ اور آپ کے بیشمار اقوال وافکار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے غیر مسلم قیدی کو جرمانے کے عوض عبرانی زبان اور اس وقت جس زبان کی ضرورت تھی صحابہ کرامؓ کو سکھانے کے لیے متعین کیا تھا، اس طرح کے اقوال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کے حصول میں کسی طرح کی کوئی بندش نہیں ہے، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اس زبان وعلم کی رو میں بہہ کر اپنے ایمان کا سودا کر بیٹھنے کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ موجودہ دنیاوی تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے جس علم کی بھی ضرورت ہو اس کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کریں، اس کے حصول میں کسی طور بھی بے اعتنائی کا ثبوت نہ دیں بلکہ ہر لمحہ بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کریں لیکن پھر بات وہیں آجاتی ہے کہ ایمان کے سودے کے ساتھ کسی طرح کی تعلیم ہماری عاقبت کی خرابی کا باعث نہ بنے، تاکہ ہمیں روز محشر شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے کیونکہ بطور سرپرست ہمیں روز قیامت اپنی اولاد اور کنبہ کے حوالہ سے بھی سوالات کا سامنا کرنا ہے، یاد رکھیں ترقی کے مواقع خود نہیں آتے بلکہ انھیں حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے لیے تعلیم سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا، ہم تعلیم کے ہتھیاڑ سے ہی درپیش چیلنجوں کا نہ صرف کامیابی سے مقابلہ کرسکتے ہیں بلکہ خود کو پسماندگی کی دلدل سے باہر نکال کر قوم وملت کو عزت ووقار کی جگہ پر کھڑا کرسکتے ہیں۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے مالی بحران پر فضلاء، علماء اور عوام الناس کی دارالعلوم سے بے مثال محبت

دارالعلوم کے حالیہ مالی بحران کے سلسلے میں یوں تو تمام مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے لیکن فضلائے حقانیہ، طلبائے کرام اور عوام الناس نے مادر علمی کے ساتھ جس عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تحسین ہے، اس سلسلے میں ہزاروں افراد دارالعلوم تشریف لائے جس میں فضلائے حقانیہ نمایاں طور پر پیش پیش رہے۔ انہوں نے حضرت مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحب اور مدیر ''الحق'' و خاندان حقانی کے دیگر تمام حضرات سے ملاقاتیں کیں اور اپنا تعاون پیش کیا۔ اس والہانہ عقیدت و محبت پر ارباب اہتمام نے اُن سب کا خصوصی شکریہ ادا کیا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۱۹راگست: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ و امیر جمعیت علما اسلام پاکستان سے اکوڑہ خٹک میں مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب سرپرست اہلسنت والجماعت نے ملاقات کی اور سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ اس موقع پر مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع و دیگر موجود تھے۔

۳۱راگست: حضرت نائب مہتمم صاحب ایک روزہ دورے پر صوابی تشریف لے گئے جہاں مختلف تقریبات میں شرکت کی اور جامعہ کے طالبعلم محمد ذوہیب کے نئے زیر تعمیر مکان کا سنگ بنیاد رکھا۔

۷ستمبر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ایوان شریعت ہال میں یوم ختم نبوت و یوم وصال بانی جامعہ حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے حوالے سے مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے تفصیلی خطاب فرمایا، اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا حافظ شوکت علی، مولانا عرفان الحق حقانی، مولانا لقمان الحق حقانی، مولانا اسامہ سمیع و صاحبزادہ محمد احمد کے علاوہ دیگر موجود تھے۔

۱۲ستمبر: جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل اور شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی حکیم سعید حقانی مرحوم کی اہلیہ کی وفات کے سلسلے میں پشاور کا دورہ کیا اور مرحومہ کے صاحبزادگان سے تعزیت کی۔

۲۲ستمبر: جامعہ کے اولین فاضل مولانا حبیب اللہ جان صاحب مرحوم کی اہلیہ کی وفات پر تعزیت کے

لئے تنگی چارسدہ تشریف لے گئے ،دورہ چارسدہ کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کی رہائش گاہ بھی تشریف لے گئے اور ان کی مزاج پرسی کی ، دریں اثنا عمرزئی چارسدہ میں مولانا قاضی محمد طیب صاحب کی رہائش گاہ تشریف لے گئے اور ان کی عیادت کی ۔اسی طرح عم محترم مولانا راشد الحق صاحب، مولانا عرفان الحق صاحب اورمولانا اسامہ سمیع ،مولانا خذیمہ سمیع بھی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

پیر طریقت حضرت مولانا مفتی توقیر احمد صاحب (دوبئی) کی دارالعلوم حقانیہ آمد

۱۰راگست: پیر طریقت مولانا شیخ توقیر احمد صاحب (مہتمم نور العلم انسٹیٹیوٹ دبئی) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامعہ حقانیہ تشریف لائے ، مدیر''الحق'' اور شعبہ تخصصات کے صدر مولانا راشد الحق سمیع نے مہمانوں کا استقبال کیا،ملاقات میں مختلف موضوعات جن میں دینی مدارس کے نظام تعلیم ،کورس، دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور اس سے متعلقہ دیگر اہم موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا،وفد میں جناب یونس لقمان قاضی،مولانا عبدالوہاب (اسلام آباد)،شیخ توقیر صاحب کے فرزند مولانا عبداللہ ،مولانا مفتی امتیاز علی حقانی شامل تھے۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفہ کی دارالعلوم آمد

۳رستمبر کو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفہ پیر حضرت علامہ فیروز میمن صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم تشریف لائے اور مدیر''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کی، آپ نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا۔بعد میں انہوں نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے بھی ملاقات کی۔

نائب مدیر''الحق''مولانا حبیب اللہ حقانی کا سفر افریقہ

۳۱راگست کو نائب مدیر''الحق'' مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی صاحب ایک وفد کے ہمراہ مغربی افریقہ کے سفر پر روانہ ہوئے ،جہاں انہوں نے طوبی،سینگال میں مذہبی پروگرام ''گریٹ مگل'' میں شرکت کی اور نہ صرف دارالعلوم حقانیہ بلکہ پاکستان کی بھی نمائندگی کی۔بعد ازاں وفد دوسرے ملک گیمبیا بھی تشریف لے گیا جہاں مختلف مذہبی پروگرامز میں شرکت کی۔آپ کے ہمراہ مفتی تخی بہادر حقانی، پیرزاہد شاہ گیلانی اور سید مقبول احمد گیلانی تھے۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

- تفاسیر اور مفسرین مصنف: مولانا مفتی انور خان سالارزئی

ضخامت: ۴۱۰ صفحات ناشر: المنهل پبلشرز گلستان جوہر یونیورسٹی روڈ کراچی

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر عہد حاضر تک قرآن مجید کی سینکڑوں کی تعداد سے زیادہ تفاسیر مختلف اسلوب اور انداز میں لکھی جا چکی ہیں، تفاسیر کے علاوہ بھی قرآن مجید کے متعدد پہلوؤں پر بے شمار علمی و تحقیقی کام ہو چکا ہے مثلاً اسباب نزول، مسائل فقہیہ اور امثال قرآنی جیسی ابحاث پر مستقل تصانیف لکھی گئیں، علمائے کرام نے ہر دور میں قرآن مجید کے اسرار و رموز، علوم و معارف، فنون و علوم اور نکات معلوم کرنے کے لئے بہت ساری مساعی و کوششیں کیں ہیں لیکن قرآن مجید کی وسعت و جامعیت کے سامنے ان علمائے کرام نے اپنے عجز و تقصیر کا اعتراف کیا ہے، اب تک اردو زبان میں ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہ تھی جس سے ان علمائے کرام کی تفسیری کاوشوں کا ایک طالب علم کے لئے تفصیلی علم ہو سکے، مفتی انور خان سالارزئی صاحب (سابق استاد الحدیث جامعہ مدینہ العلوم کراچی) نے اس تشنگی کو محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی اور ''تفاسیر اور مفسرین'' کے عنوان سے ایک جامع کتاب مرتب کی اور ایک حد تک اس کمی کو پورا کر دیا۔

زیر تبصرہ کتاب ''تفاسیر اور مفسرین'' میں مؤلف موصوف نے کتب تفسیر کی قسمیں بیان کی ہے ساتھ ہی اسی تقسیم کے تحت لکھی گئی تفاسیر کا مختصر مگر جامع تعارف بھی کیا ہے اور اس تفسیر کی خصوصیات پر بھی نہایت خوش اسلوبی سے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، تین ابواب اور کئی فصول پر یہ کتاب مشتمل ہے، جس میں تفاسیر اور مفسرین کے متعلق جملہ مباحث پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں ایک گلدستہ اور انمول تحفہ سے کم نہیں، تفسیر سے شغف اور دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کاوش ایک بہترین معلوماتی اور قیمتی سوغات ہے۔

● دینی مدارس اور معاشرتی رویوں میں ان کا کردار تصنیف: ڈاکٹر پروفیسر سیدہ مسعودہ شاہ

ضخامت: ۷۰۴ صفحات ملنے کا پتہ: نیشنل بک ہاؤس، جناح روڈ، کوئٹہ (بلوچستان)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دینی مدارس کا آغاز صفہ کی شکل میں ہوا، خلافت راشدہ، بنو امیہ، بنو عباس، خلافت عثمانیہ سے ہوتے ہوئے برصغیر کے زرخیز سرزمین پر کثرت سے دینی مدارس قائم ہوئے اور ان مدارس سے مختلف علوم وفنون میں بہت سارے علماء، دانشور، مفکرین، مصنفین اور محققین پیدا ہوئے، مدارس اور جامعات کی تاریخ، نظام، نصاب اور مسائل پر بہت سارے اہل علم وقلم نے خامہ فرسائی کی ہے اور اس پر لکھنے کا یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے، اس سلسلے کی ایک کڑی پروفیسر سیدہ مسعودہ شاہ صاحبہ کی تصنیف بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''دینی مدارس اور معاشرتی رویوں میں ان کا کردار'' مصنفہ موصوفہ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، اس کتاب میں علم، عالم اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی معلمانہ ذمہ داریوں کا جائزہ لیا گیا، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے علم اور عالم کی حیثیت واضح کی گئی ہے، یہ مقالہ سات ابواب اور کئی فصول پر مشتمل ہے جس میں مصنفہ موصوفہ نے علم کی ارتقاء اور دینی مدارس، پاکستان کے دینی مدارس کا جائزہ، کوئٹہ کے دینی مدارس کا جائزہ، معاشرہ اور مدارس، معاشرتی رویے اور مدارس، مدارس اور مثالی نظام تعلیم کی تشکیل، مدراس کے متعلق سوالانامے جیسے عنوانات پر مصنفہ موصوفہ نے تحقیق کی ہے، مصنفہ نے ایک سوالنامہ بھی تیار کیا ہے جس کو کوئٹہ کے ہزاروں مدرسوں میں سے منتخب پچاس مدارس کے طلبہ میں تقسیم کیا گیا ہے، جس سے اساتذہ اور طلبہ کی تعداد معلوم ہوتی ہے، مہتمم، کتب خانہ اور دیگر سماجی سرگرمیوں کا احوال بھی معلوم ہوتے ہیں، دینی مدارس کے کیا کیا مسائل اور مشکلات ہیں؟ اس پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، بلوچستان ایک پسماندہ صوبہ ہے تو وہاں پر دینی مدارس کو کیا کیا مشکلات ہیں اور کن مسائل کا سامنا ہے؟ اس پر بھی تفصیل سے بات کی ہے، دینی مدارس میں بنات کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے اور وہاں بنات کو کیا مسائل درپیش ہیں؟ اس پر بھی بحث کی ہے۔

الغرض! دینی مدارس کے نظام، نصاب اور طرز تدریس سب امور سے یہ کتاب بحث کرتی ہے، دیگر بہت سارے موضوعات (جو دینی مدارس سے متعلق ہیں) پر یہ ایک جامع کاوش ہے، جس سے اہل علم وقلم استفادہ کر سکتے ہیں، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے۔